إن الفضل بيد الله يؤتيه من يشاء — عسى أن يبعثك ربك مقاما محمودا

تار کا پتہ الفضل قادیان

THE ALFAZL
QADIAN

الفضل قادیان

اخبار ہفتہ میں دوبار — فی پرچہ ایک آنہ

ایڈیٹر غلام نبی

جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے (۱۹۱۳ء میں) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

مورخہ ۶ جولائی سنہ ۱۹۲۶ء یوم شنبہ مطابق ۲۴ ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۴ھ

فہرست مضامین

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو یکم جولائی سے پھر پیچش کی شکایت ہے۔ ۲ جولائی دن بھر میں آٹھ دفعہ اجابت ہوئی۔ اور شکم کے دائیں جانب پچھلے حصہ میں درد ہے۔ خفیف حرارت بھی ہے۔ دل کی کمزوری بھی ہے احباب خاص طور پر دعائے صحت فرمائیں۔

موضع ٹھیالی مضافات قادیان میں ۲ جولائی کو جلسہ ہوا۔ جس میں مولوی قمر الدین صاحب۔ مولوی عبد الحکیم صاحب اور مولوی عبد الاحد صاحب کی تقریریں ہوئیں۔

۳ جولائی ۱۹۲۶ء۔ جناب میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق نے پنڈت شانتا دیو صاحب آریہ کی تقریر کے جواب میں جو انہوں نے قادیان میں کی۔ قدامت روح و مادہ پر دلچسپ تقریر کی۔ اور ۳ جولائی کو بھی آریوں کے چند مایۂ ناز مسئلوں پر روشنی ڈالی۔ تقریروں کے بعد سوال و جواب کا موقع بھی رکھا گیا۔ دوسرے مقررین نے بھی تقریریں کیں۔

جناب ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کا افسوسناک انتقال

یہ خبر نہایت رنج اور افسوس کے ساتھ سُنی جائیگی کہ جناب ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدیمی اور نہایت ہی مخلص مریدوں میں سے تھے۔ کچھ عرصہ کی علالت کے بعد یکم جولائی ۱۹۲۶ء کو ۱۲ بجکر بعد دوپہر اپنے معبود حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جناب خلیفہ صاحب مرحوم السابقون الاولون میں سے تھے۔ اور آپ کا نام ۳۱۳ والی فہرست میں درج ہے۔ آپ اپنے اخلاص۔ ایثار اور دینی قربانیوں کی وجہ سے جماعت احمدیہ میں خاص پایہ کے انسان تھے۔ عنفوان شباب میں ہی آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قبول کرنے کا شرف حاصل ہوا اور پھر اس روحانی تعلق میں آپ اس قدر ترقی کر گئے۔ کہ اپنا سب کچھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

پر قربان کر دیا۔ دوران ملازمت میں نہ صرف آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جسمانی خدمات بحیثیت ڈاکٹر سرانجام دینے کا شرف حاصل ہوا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے علاج کو خاص قدر کی نظر سے دیکھتے اور وقتاً فوقتاً آپ سے دوائیاں منگواتے تھے بلکہ مالی لحاظ سے بھی بے نظیر ایثار اور قربانی کا نمونہ دکھایا۔ اور خدا تعالیٰ نے آپ کو اسلام کی خدمت کے لئے اپنا مال صرف کرنے میں ہمیشہ پیش پیش رکھا۔ یہ آپ کے اخلاص کا ہی ثمرہ تھا۔ کہ سب سے اول حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ سے رشتہ داری کا تعلق پیدا کیا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی شادی آپ کی صاحبزادی سے کی۔ آپ باوجود معقول مشاہرہ پانے کے ہمیشہ متوکلانہ زندگی بسر کرتے۔ اور اپنی آمدنی کا بڑا حصہ خدا تعالیٰ کی راہ میں دیتے رہے۔ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خاندان نبوت سے بے نظیر اخلاص تھا۔ یہی اخلاص آپ کو ہجرت کرا کے قادیان لے آیا جہاں آپ نے اپنی زندگی کا آخری حصہ ہمہ تن اہم ذمہ دارانہ خدمات دینیہ میں مصروف رہ کر بسر کیا۔ اور نہایت صبر و شکر کے ساتھ مالی مشکلات برداشت کرتے رہے۔ آپ میں وہ تمام خوبیاں پائی جاتی تھیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخلص اور صحبت یافتہ صحابہ کی شان کے شایان ہیں۔ آپ نہایت صاف دل۔ ہر ایک کے ساتھ خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آنے والے۔ ہر ایک کے دکھ۔ درد میں شریک ہونیوالے حتی المقدور غرباء اور مساکین کی امداد کرنے والے چھوٹوں کے ساتھ نہایت محبت اور مہربانی سے پیش آنیوالے اور سلسلہ کے متعلق بہت بڑی غیرت رکھنے والے انسان تھے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی ذات والاصفات کے ساتھ آپ کو اس قدر محبت اور اخلاص تھا کہ آپ کی شان کے خلاف مخالفین اور خاصکر غیر مبائعین کی طرف سے کوئی گستاخانہ کلمہ سنکر بے تاب ہو جاتے۔ اور چونکہ آپ ان لوگوں کی ریشہ دوانیوں سے واقف تھے جو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق وہ ہمیشہ سے کرتے رہے۔ اس لئے ان سے سخت نفرت کا اظہار فرمایا کرتے۔ آپ قرآن کریم کے حافظ تھے۔

غرض آپ ان بزرگوں میں سے ایک تھے۔ جنہیں حضرت مسیح موعود کی پاک تعلیم اور قدسی صحبت نے تیار کیا۔ کوشش کی جائیگی۔ کہ آپ کے مفصل حالات زندگی مہیا کر کے اخبار میں شائع کئے جائیں۔ اس کے متعلق ان اصحاب سے جنہیں جناب ڈاکٹر صاحب مرحوم کے ساتھ خاص تعلق تھا۔ اور ان کی زندگی کے واقعات اور حالات دیکھنے کا موقعہ ملا۔ گذارش ہے۔ کہ وہ بھی حالات لکھ کر اشاعت کے لئے ارسال فرمائیں

ڈاکٹر صاحب مرحوم چند دن سے دارالعلوم کی اس کوٹھی میں اٹھ آئے تھے۔ جس میں پہلے مولوی محمد دین صاحب بی اے رہائش رکھتے تھے۔ اور اسی جگہ ان کی وفات ہوئی حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ باوجود اپنی طبیعت ناساز ہونے کے جناب ڈاکٹر صاحب کی عیادت کیلئے تشریف لیجاتے رہے۔ اور جب آخری دن حضور کو ڈاکٹر صاحب کی طبیعت زیادہ خراب ہونے کی اطلاع ہوئی۔ تو حضور اسی وقت تشریف لے گئے۔ اور پھر شام تک اسی جگہ رہے۔ حضور کی طبیعت پر اس افسوسناک واقعہ کا بڑا اثر ہوا۔ اور آنسو رواں رہے۔ خبر وفات سن کر . . . .

. . . . بہت سے اصحاب کا مجمع ہو گیا۔ غسل تو اسی دن چھ بجے کے قریب دیدیا گیا۔ مگر جنازہ دوسرے دن ۹ بجے کے قریب بہت بڑے مجمع کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے پڑھایا۔ اور مقبرہ بہشتی کی اس مخصوص جگہ میں جو مزار مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دائیں طرف ہے دفن کئے گئے نعش کو حضور نے خود کندھا دیا۔ اور اپنے ہاتھ سے لحد میں اتارا بیرونی جماعتیں جناب ڈاکٹر صاحب مرحوم کا جنازہ غائب پڑھیں اور دعائے مغفرت کریں۔

ہم اس صدمہ میں تمام جماعت کی طرف سے حرم اول حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اور جناب ڈاکٹر صاحب کے تمام خاندان سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے۔ نیز یہ بھی دعا کرتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ جناب ڈاکٹر صاحب کی اولاد کو اپنے والد محترم کی صفات حسنہ کا وارث بنائے اور خدمات دین میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق بخشے جناب ڈاکٹر صاحب کے سب سے بڑے صاحبزادے خلیفہ علیم الدین صاحب شملہ میں ملازم ہیں۔ اور دوسرے خلیفہ تقی الدین صاحب بغرض تعلیم ولایت میں مقیم ہیں۔ دوسری اہلیہ صاحبہ سے پانچ لڑکے ہیں۔ جن میں سے بڑے خلیفہ صلاح الدین مدرسہ احمدیہ میں پڑھتے ہیں۔ اور خلیفہ ناصر الدین اسی سال کالج میں داخل ہوئے ہیں۔ ایک صاحبزادہ قرآن کریم حفظ کر رہا ہے۔ ایک ہائی سکول میں پڑھتا ہے اور ایک ابھی گود میں ہے۔ خدا تعالیٰ ان کا محافظ اور نگہبان ہو۔ آمین ؎

مولوی محمد عارف صاحب کی وفات

افسوس ہے کہ مولوی محمد عارف صاحب ملتانی جو عرصہ دراز سے دارالامان میں سکونت رکھتے تھے۔ اور محنت مزدوری کر کے نہایت صابرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ ۲ جولائی ۱۹۲۶ء بروز جمعہ فوت ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم نہایت مخلص اور متقی انسان تھے۔ قادیان سے انہیں اس قدر اخلاص تھا۔ کہ جب ان کی بیماری زیادہ بڑھ گئی۔ اور ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ اس کا علاج لاہور جا کر ہو سکیگا۔ تو باوجود بعض اصحاب کے لاہور علاج کرانے کے اخراجات دینے پر آمادگی ظاہر کرنے کے انہوں نے اس لئے لاہور جانے سے انکار کر دیا۔ کہ میں چاہتا ہوں میرا آخری سانس بھی اسی مقدس جگہ نکلے۔ جہاں میں نے اتنی عمر گذاری ہے۔ آپ کے ہاں جب پہلی شادی سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ تو دوسری شادی کی۔ اور خدا نے دو لڑکے دئے۔

آپ بہت کم گو۔ مرنجاں مرنج اور مسکین طبع انسان تھے قادیان کے قریب ایک گاؤں بیری میں بحیثیت مبلغ رہ کر کے علاوہ تین ماہ علاقہ ملکانہ میں سلسلہ تبلیغ رہے۔ خدا تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ اور پس ماندگان پر اپنا رحم فرمائے۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے مرحوم کا جنازہ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے جنازہ کے ساتھ ہی پڑھا۔ مرحوم کی نعش بھی مقبرہ بہشتی میں حضور نے اپنے ہاتھ سے لحد میں اتاری

جلالپور جٹاں میں عیسائیوں سے مباحثہ

۱۹ مئی کو پادری عبدالحق صاحب کا جلالپور جٹاں میں مسئلہ نجات پر لیکچر تھا۔ اور سوال و جواب کی عام دعوت تھی۔ مولوی اللہ دتا صاحب جالندہری نے پادری صاحب کو باقاعدہ مناظرہ کی دعوت دی۔ جسے انہوں نے منظور کیا۔ مگر اصرار کیا کہ پھر مرزا صاحب کی صداقت پر بھی مباحثہ ہو جسکو جماعت احمدیہ نے بڑی خوشی سے منظور کیا۔ مگر نامعلوم پھر پادری صاحب کیوں برسر مجلس مباحثہ باقاعدہ سے گریز کر گئے۔ بالآخر ان کے ایک گھنٹہ تقریر کرنے کے بعد ایک گھنٹہ سوال و جواب ہوا۔ پادری صاحب کی پیٹنٹ تقریر تھی۔ جو وہ نجات کے عنوان سے ہر جگہ کیا کرتے ہیں مولوی صاحب کے اعتراضات کی بوچھاڑ سے آپ گھبرا گئے۔ اور ذاتیات پر آ گئے۔ اور کہہ بیٹھے کہ میں عربی جانتا ہوں۔ مولوی صاحب نے ایک شعر پیش کر کے دس روپے انعام مقرر کیا۔ مگر انکو ترجمہ تک کرنے کی جرأت نہ ہوئی اور نجات کا عملی ثبوت دینے کے مطالبہ پر انہوں نے صاف طور پر کہدیا کہ گو اب ایسا نہیں ہو سکتا۔ مگر پھر بھی عیسائیت سچی ہے۔ جب کہا گیا کہ پھر رائی کے دانہ برابر بھی ایمان ثابت نہیں ہو سکتا۔ تب پادری صاحب نے کہدیا کہ وہ ایمان اور ہے۔ آخر تنگ آ کر پادری صاحب کے منہ سے نکل گیا کہ میں ان مطالبات کے جواب نہیں دے سکتا۔ جس پر تمام لوگوں نے تالی بجا دی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان دار الامان - مورخہ ۶ر جولائی ۱۹۲۶ء

"زمیندار" کی تفرقہ اندازی

(نمبر۲)

اخبار "زمیندار" نے جماعت احمدیہ کے خلاف "تازہ نیش زنی" کے لئے جو بہانہ تلاش کیا۔ وہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک مکتوب ہے۔ جو ایک شخص احمد گل صاحب کو ان کے خط کے جواب میں بغداد لکھا گیا۔ اور جس میں حضور نے اس بات کی تشریح فرمائی ہے۔ کہ کسی نبی کے انکار سے انسان کافر کیوں ہو جاتا ہے۔

اس مفصل اور مشرح خط میں سے "زمیندار" نے ایک حصہ نقل کرتے ہوئے نہ صرف اس کا وہ اہم اور ضروری جزو حذف کر دیا۔ جس میں حضور نے اپنے قول کی تائید میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کا حوالہ دیا تھا۔ بلکہ یہاں تک تحریف سے کام لیا کہ احمد گل صاحب کا ایک فقرہ جس کا ذکر کر کے حضور نے اس سے اپنا اختلاف ظاہر فرمایا۔ اسے بھی حضور کی طرف منسوب کر دیا حضور نے اپنے مکتوب میں احمد گل صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا تھا:-

"آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ میرے نزدیک وہ لوگ جو حضرت صاحب کو نبی یا مجدد نہیں ملتے۔ از روئے شریعت اسلام قابل مواخذہ ہیں۔ مجھے آپ کے اس خیال سے اختلاف ہے میرے نزدیک قابل مواخذہ صرف وہی شخص ہے۔ جس پر حجت تمام ہو چکی ہو۔ وہ لوگ جن پر حجت پوری نہیں ہوئی۔ جن کو علم نہیں۔ وہ ہرگز قابل مواخذہ نہیں"

ان سطور میں سے "زمیندار" نے ابتدائی الفاظ اور آخری حصہ چھوڑ کر صرف یہ فقرہ لیکر کہ "میرے نزدیک وہ لوگ جو حضرت صاحب کو نبی یا مجدد نہیں مانتے۔ از روئے شریعت اسلام قابل مواخذہ ہیں" دوسری عبارت کے ساتھ ملا دیا۔ حالانکہ ایک ادنیٰ سے ادنیٰ عقل و سمجھ کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے۔ کہ یہ فقرہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا نہیں۔ بلکہ احمد گل صاحب کا ہے۔ اور حضور نے اس سے اپنا "اختلاف" ظاہر کر کے اسے غلط ثابت فرمایا ہے۔

جس اخبار کی دیانت کا یہ حال ہو۔ اور جو اس درجہ نامعقول روش اختیار کرنے سے ذرا نہ ہچکچائے۔ اس کے متعلق سوائے اس کے کیا کہا جا سکتا ہے۔ کہ اس کی غرض سوائے فتنہ انگیزی اور شرارت خیزی کے اور کچھ نہیں ہو سکتی۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی تحریر میں شرمناک تحریف کرنے کے باوجود بھی جب "زمیندار" کو اس پر اعتراض کرنے کے لئے کوئی بات ہاتھ نہ آئی۔ تو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے خلاف "شوخ چشمانہ جسارت" اور "دریدہ دہنی" سے کام لیتے ہوئے اس طرح وقف ماتم ہو گیا کہ "اسپر شریعت غرا کی ہندوستانی بے کسی بجز اس کے کہ خون جگر کھا کر خاموش ہو جائے۔ اور کیا کر سکتی ہے"

ہم کہتے ہیں۔ اگر تو "شریعت غرا" اسی کا نام ہے کہ ہر معقول اور مدلل امر کے جواب میں وحشیانہ قوت اور بہیمانہ طاقت سے کام لیا جائے۔ تو "زمیندار" اور اس کے ہمخیال لوگوں کو نہ صرف خون جگر کھا کر خموش ہو جانا چاہیئے۔ بلکہ زہر ہلاہل استعمال کر کے صفحۂ دنیا سے کوچ کر جانا چاہیئے تاکہ ان کے اس قسم کے عقائد شریعت غرا کو دنیا کی نظروں میں حقیر و ذلیل ثابت کرنے کا موجب نہ ہوں۔ لیکن اگر شریعت غرا کی بنیاد دلائل اور براہین پر قائم ہے۔ تو پھر جماعت احمدیہ کے مدلل عقائد کے مقابلہ میں بے کسی کا اعتراف کرنا اس امر کا ثبوت ہے۔ کہ زمیندار اور اس کے ہم مشرب لوگ جن غلط خیالات و عقائد کو شریعت غرا سمجھے بیٹھے ہیں وہ شریعت غرا نہیں ہے۔ کیونکہ حق کبھی مغلوب اور بیکس نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہمیشہ غالب رہتا ہے۔

ذیل میں ہم وہ مکمل عبارت درج کرتے ہیں جسے "زمیندار" نے تحریف کر کے پیش کیا ہے۔ اور پھر "زمیندار" اور اس کے تمام "علماء" کو دعوت دیتے ہیں۔ کہ اسپر متانت اور معقولیت کے ساتھ خامہ فرسائی کریں۔ اور جس چیز کو انہوں نے شریعت غرا سمجھ رکھا ہے۔ اس کے رو سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں۔ تا دنیا پر ظاہر ہو جائے۔ کہ حق پر کون ہے۔ اور صداقت کس کی طرف ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ مسئلہ کفر و اسلام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"میرے نزدیک کفر و اسلام کے مسئلہ میں ساری ٹھوکر یہ لگی ہے۔ کہ انسانوں کے انکار کا نام کفر رکھ لیا گیا ہے۔ حالانکہ انسان کی بات کا انکار کفر نہیں ہوتا۔ خدا کی بات کا انکار کفر ہوتا ہے۔ حدیثوں میں آتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ ایک عورت سے فرمایا۔ کہ تم میری فلاں بات مان لو۔ اس نے پوچھا۔ یہ خدا کی طرف سے ہے یا آپ اپنے پاس سے کہتے ہیں۔ جب اُسے معلوم ہوا کہ آپ اپنے پاس سے کہتے ہیں۔ تو اس نے انکار کر دیا۔ اب ہم اس کو بے ادب تو کہہ سکتے ہیں۔ کافر نہیں کہہ سکتے۔ رسول کو جو اپنے اتباع اور اپنی اُمت سے خیرخواہی ہو سکتی ہے۔ اور اس کے دل میں جو ان کی خیرخواہی کا مادہ ہو سکتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں اپنی ذات کی خیرخواہی بھی ہیچ ہے۔ پس خدا کے رسول اپنے پاس سے کہیں یا خدا کی طرف سے۔ اس کا ماننا ہمارے لئے ضروری ہے۔ خواہ وہ دنیوی امور کے متعلق ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن اگر دنیوی امور کے متعلق وہ کوئی بات کہیں۔ اور کوئی شخص نہ مانے۔ تو ہم اُسے کافر نہیں کہہ سکتے۔ ہم اُسے بے ادب کہیں گے۔ اپنی جان کا دشمن کہیں گے۔ بے وقوف کہیں گے۔ بہر حال بیوقوف مومن جاہل مومن۔ اپنی جان کا دشمن مومن ہی کہیں گے۔ کیونکہ وہ رسول کی وحی کو اور اس کے آسمانی علوم کو قبول کرنے کے لئے تیار ہے۔ ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جگہ پر گذر رہے تھے۔ آپ نے کچھ لوگوں کو دیکھا۔ کہ وہ کھجوروں کے نر و مادہ میں جوڑ لگا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اسکی کیا ضرورت ہے۔ انہوں نے یہ سمجھ کر کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہی منشاء ہے چھوڑ دیا۔ اگلے سال کھجوروں پر پھل نہ آیا۔ وہ لوگ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس شکایت لائے آپ نے فرمایا۔ تم لوگ دنیا کی باتوں کو مجھ سے زیادہ سمجھتے ہو۔ میں نے تو اپنا ایک خیال بیان کیا تھا۔ تمہیں چاہیئے تھا کہ مجھے بتا دیتے۔ کہ تجربہ کے یہ بات خلاف ہے۔

ان روایتوں سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کفر نہ تھا۔ بلکہ وحی الٰہی کا انکار کفر تھا۔ خواہ جلی ہو یا خفی۔ یعنی خواہ الفاظ میں نازل ہونے والی ہو یا ان الفاظ میں نازل ہونے والی ہو۔ جو کہ ایک نبی کے دل پر امور مذہبیہ کے بارہ میں نازل ہوتے ہیں۔ اگر امور سیاسیہ یا ملکیہ میں اس کا مقابلہ کر کے انسان کافر ہو جاتا ہے تو اس کی بھی یہی وجہ ہے کہ وحی الٰہی اسکو یہ طاقت دیتی ہے۔ اگر وحی الٰہی اسے یہ اختیار نہ دے تو ان امور میں بھی اس کا انکار کفر نہ ہے۔ جب یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ وحی کا انکار در حقیقت انسان کو کافر بناتا ہے تو اگر ہم یہ تسلیم کریں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر خدا تعالیٰ کی یقینی وحی نازل ہوتی تھی۔ تو ہمیں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ آپکا انکار مستلزم کفر ہے"

اسکے بعد حضور نے سائل کے اس خیال کو رد فرمایا ہے۔ کہ وہ لوگ جو حضرت صاحب کو نبی یا مجدد نہیں مانتے۔ از روئے شریعت اسلام قابل مواخذہ ہیں۔ چنانچہ حضور تحریر فرماتے ہیں:-

"آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ کہ میرے نزدیک وہ لوگ جو حضرت صاحب کو نبی یا مجدد نہیں مانتے۔ از روئے شریعت اسلام قابل مواخذہ ہیں۔ مجھے آپ کے اس خیال سے اختلاف ہے۔ میرے نزدیک قابل مواخذہ صرف وہی شخص ہے جسکے اوپر حجت تمام ہو گئی ہو۔ وہ لوگ جن پر حجت پوری نہیں ہوئی جن کو علم نہیں۔ وہ ہرگز قابل مواخذہ نہیں۔ مگر کفر کا لفظ ان پر اطلاق ہوگا۔ کیونکہ نام ظاہر پر رکھے جاتے ہیں۔ اور مواخذہ نام پر نہیں ہوتا مواخذہ کا تعلق باطن سے ہے اس لئے بالکل ممکن ہے۔ کہ ایک شخص ظاہر میں مانتا ہو۔ وہ زیر مواخذہ ہو۔ اور ایک شخص ظاہر میں منکر ہو اور وہ مواخذہ کے نیچے نہ ہو۔ اور نام کا تعلق ظاہر سے ہے ہو سکتا ہے کہ ایک شخص دل میں پورا مومن ہو۔ لیکن ہم اسے کافر کہنے پر مجبور ہوں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک شخص پکا کافر ہو۔ لیکن ظاہر کی بناء پر ہمیں اسکو مومن کہنا پڑے۔"

کیا صاف اور واضح عقیدہ ہے۔ کہ ہم کسی کے متعلق جزا و سزا کا فیصلہ نہیں کرتے۔ کیونکہ یہ خدا تعالےٰ کے اختیار کی بات ہے۔ ہاں ظاہرہ طور پر جو شخص خدا کی طرف سے آئی ہوئی بات کا انکار کرتا ہے۔ خواہ کسی وجہ سے کرتا ہے۔ کفر کی اصطلاح کے نیچے آئے گا۔ اس بحث کو الگ رہنے دو۔ کہ حضرت مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں سچے تھے یا نہیں۔ اور آپ پر جو وحی نازل ہوئی۔ وہ خدا تعالےٰ کیطرف سے تھی یا نہیں۔ اصولی طور پر اس مسئلہ پر غور کرو۔ کہ انسان کافر کیوں بنتا ہے۔ کیا کسی انسان کے ذاتی خیالات اور آراء کے انکار کا نام کفر ہے۔ یا خدا تعالےٰ کی طرف سے جو کچھ نازل ہو۔ اس کا انکار کفر ہے۔ اگر "زمیندار" کو تحقیق حق سے کچھ غرض ہے۔ تو اس مسئلہ کو زیر بحث لائے۔ اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے مکتوب مندرجہ الفضل ۲۲ رجون پر جو اعتراض کرنا چاہے۔ معقولیت کے ساتھ کرے

مؤتمر اسلامی قاہرہ کی قرارداد

پچھلے دنوں قاہرہ (مصر) میں جو مسئلہ خلافت کے متعلق مؤتمر منعقد ہوئی تھی۔ اس میں پاس شدہ قرارداد تازہ ڈاک سے رئیس المؤتمر شیخ الجامع ازہر محمد ابی الفضل صاحب کی طرف سے عربی۔ فارسی۔ پشتو۔ اردو۔ انگریزی اور فرانسیسی میں چھپی ہوئی ہمارے پاس پہنچی ہے۔ جو حسب ذیل ہے:-

"مؤتمر مذکور نے اپنے اجلاس منعقدہ قاہرہ بروز چہارشنبہ تاریخ ۷ ر ذیقعدہ ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹ رمئی ۱۹۲۶ء میں یہ قرارداد بالاتفاق منظور کی ہے۔ کہ فی زمانہ اسلامی خلافت کا وجود شرعی اصول کے مطابق ممکن ہے۔ اس لئے مشرق اور مغرب کے تمام مسلمانوں پر جہاں کہیں وہ ہوں۔ واجب اور لازم ہے۔ کہ اس شرعی خلافت کو حاصل کرنے کے اسباب اور وسائل مہیا کریں۔ اور جہاں تک ان کے بس میں ہے۔ لازمات خلافت کے حصول کیلئے پیہم کوشش کریں۔ مؤتمر کی رائے میں یہ امر نہایت لازم ہے کہ خلافت کو علی العموم تسلیم کرانے کیلئے ایسے وسائل اختیار کئے جائیں کہ انکی وجہ سے اسلامی جماعتوں میں کوئی تفریق یا خلاف نہ پیدا ہونے پائے اس بنا پر مؤتمر تجویز کرتی ہے۔ کہ اس مقصد کے حصول کے لئے اس کے سوا چارہ نہیں۔ کہ عالم اسلام کی تمام مختلف جماعتیں اور فرقے بلا استثنائے احدے اپنے اپنے نمائندے آئندہ مؤتمر میں جو قاہرہ میں ہوگی بھیجیں۔ تاکہ تمام عالم اسلام کے مندوب ایک جگہ پر بیٹھ کر کامل مشورہ کر سکیں۔ کہ ایسی خلافت جو شرعی اصول کے مطابق اور مستجمع الشروط ہو۔ کیونکر حاصل کی جائے"

گویا مؤتمر نے جو کچھ طے کیا ہے۔ وہ صرف یہ ہے۔ کہ اس زمانہ میں مسلمانوں کے لئے "شرعی خلافت" نہایت ضروری ہے۔ لیکن اس کے حصول کے لئے ضرورت ہے کہ تمام مختلف جماعتوں اور فرقوں کے نمائندے ایک جگہ بیٹھ کر یہ تجویز کریں۔ کہ ایسی خلافت حاصل کیونکر ہو سکتی ہے۔

شکر ہے زمانہ کے تھپیڑوں اور نت نئی بربادیوں سے متاثر ہو کر مسلمانوں میں اتنا احساس تو پیدا ہو گیا ہے کہ انہیں شرعی خلافت کی ضرورت ہے۔ جو مسلمانوں کو ایک مرکز پر جمع کر سکے۔ اور ایک سلک میں منسلک کر دے۔ لیکن ظاہر ہے۔ کہ صرف احساس کسی مقصد کے حصول کے لئے کافی نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے صحیح طریق اور درست ذرائع اختیار کرنے ضروری ہوتے ہیں مگر ہمیں افسوس کے ساتھ اس بات کا اظہار کرنا پڑتا ہے۔ کہ مؤتمر نے حصول خلافت کے لئے جو صورت اختیار کرنی چاہی ہے۔ وہ کامیابی کی طرف لے جانے والی نہیں۔ بھلا جب کسی ایک ملک کے مسلمان چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی اپنے اتحاد و اتفاق کا ثبوت نہیں دے سکتے۔ اور کسی ایک بات پر بھی متحد نہیں ہو سکتے۔ تو کیونکر ممکن ہے۔ کہ ساری دنیا کے مسلمان اور تمام فرقوں کے مسلمان "بلا استثنائے احدے" خلافت جیسے مسئلہ پر اس طرح متحد ہو جائیں۔ کہ ان میں "کوئی تفریق یا خلاف نہ پیدا ہونے پائے"۔ اگر کسی ایک ہی امر پر دنیا کے مسلمانوں کا اتفاق نظر آتا۔ تو امید کی جا سکتی تھی۔ کہ مسئلہ خلافت میں بھی متحد ہو سکیں گے۔ لیکن جب ایسا نہیں۔ تو پھر اس کی توقع رکھنا محض بے سود ہے۔

اس کے علاوہ یہ بھی تو دیکھنا چاہیئے۔ کہ خلافت کا قیام انسانوں کے قبضہ و اقتدار میں ہے بھی یا نہیں۔ خدا تعالےٰ کا اس بارے میں نہایت صاف اور واضح یہ ارشاد موجود ہے وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم۔ کہ ہم ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور عمل صالح کرتے ہیں۔ وعدہ کرتے ہیں۔ کہ ان میں سے ہم خود خلفاء مقرر کریں گے۔ جس طرح ان سے پہلوں میں مقرر کرتے رہے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نے قیام خلافت اپنے قبضہ میں رکھا ہے۔ اور اس کے لئے سچا ایمان اور اعمال صالح شرائط مقرر فرمائے ہیں اب اگر مسلمان خلافت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تو ضروری ہے کہ وہ صحیح ایمان اور اعمال صالح پیدا کریں۔ جس کی واحد صورت یہی ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نے ان کی اصلاح کے لئے اس زمانہ میں جو مامور بھیجا ہے۔ اس کو قبول کر کے اس کی راہ نمائی میں چلیں۔ اس طرح انہیں وہ حقیقی خلافت حاصل ہو جائیگی جس کے وہ متمنی ہیں۔ پس مسلمانوں کے لئے حصول خلافت کا سوائے اس کے کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول کریں۔ کیا وہ دیکھتے نہیں۔ آپ کو قبول کرنیوالے خدا تعالےٰ کی اس نعمت سے متمتع ہیں۔ اور اپنا ایک ایسا واجب الاطاعت امام اور خلیفہ رکھتے ہیں۔ جو دینی اور دنیوی دونوں پہلوؤں میں ان کی راہ نمائی کرتے ہوئے انہیں ترقی کی اعلےٰ منزل تک لے جا رہا ہے۔

جنت البقیع کے متعلق گورنمنٹ ہند سے درخواست

جنت البقیع کے انہدام کی خبر سن کر مسلمانان ہند میں ایک شور برپا ہو گیا ہے۔ اور ہر جگہ جلسے کر کے جہاں اس کے خلاف اظہار رنج و الم کیا جا رہا ہے۔ وہاں گورنمنٹ انگریزی سے یہ درخواست بھی کی جا رہی ہے۔ کہ وہ اپنی مسلمان رعایا کے جذبات اور احساسات کو ملحوظ رکھکر اس کی تلافی کرائے۔ چنانچہ بنارس اور لکھنؤ میں جو جلسے کئے گئے ہیں۔ ان میں گورنمنٹ انگریزی سے التجا کی گئی ہے کہ وہ "ان واقعات کی اہمیت مدنظر رکھتے ہوئے اور اس عقیدہ مندی کا خیال کرتے ہوئے جو اہل جلسہ کو ان مقامات مقدسہ اور مقابر آئمہ اطہار سے حاصل ہے۔ ان ناشائستہ حرکات کی تلافی کرائے"۔ اسکے متعلق ہم سوائے اس کے کچھ نہیں کہنا چاہتے۔ کہ وہ لوگ جنہوں نے جمیعۃ الاقوام کو کابل کے ان ظالمانہ اور جفاکارانہ افعال کی طرف توجہ دلانے پر جو اس نے بے گناہ احمدیوں کو سنگسار کرنے کی صورت میں کئے تھے۔ یہ کہا تھا۔ کہ اگر کوئی سلطنت اس معاملہ میں دخل دیگی۔ تو وہ اسلامی حکومت میں دست اندازی کریگی۔ کیا انہوں نے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

مسلمانوں کے تنزّل کے اسباب

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ

فرمودہ ۲۵ رجون سنہ ۱۹۲۶ء

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

مسلمانوں کی دعاؤں کا الٹا اثر

مسلمان اپنی نمازوں اور دعاؤں میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے صراط مستقیم مانگتے رہتے ہیں۔ کوئی دن ایسا نہیں جاتا۔ کہ وہ اپنے رب سے یہ درخواست نہ کرتے ہوں کہ ہمیں صراط مستقیم دکھا۔ لیکن باوجود اس کے کہ وہ روزانہ بلکہ پنجوقتہ بلکہ بعض لوگ اس سے بھی زیادہ صراط مستقیم کے لئے دعا کرتے ہیں۔ پھر بھی خدائی فعل یہ ثابت کر رہا ہے۔ کہ ان کے معاملات اُلٹے ہو رہے ہیں۔ خواہش تو وہ کرتے ہیں سیدھے راستہ کی لیکن دکھایا جاتا ہے ان کو ٹیڑھا راستہ۔ جتنی گریہ زاری وہ کرتے ہیں۔ کہ ہمیں صحیح راستہ دکھا۔ اُتنا ہی ان کا قدم جادۂ اعتدال سے ادہر ادہر پڑتا ہے۔ لیکن وہ قومیں جو خدا سے صراط مستقیم مانگتی نہیں۔ اور اسپر انہیں کئی کئی دن ہی نہیں بلکہ ہفتے گذر جاتے ہیں۔ بلکہ مہینے گذر جاتے ہیں۔ بلکہ سال گذر جاتے ہیں۔ بلکہ عمریں گذر جاتی ہیں۔ کہ وہ ایک دن بھی سیدھے راستے کے لئے درخواست نہیں کرتیں بلکہ کئی ان قوموں میں ایسے ہیں جو اس بات کو ہی عبث سمجھتے ہیں اور کئی ایسے ہیں جو ایسا کرنے والوں سے ٹھٹھا کرتے اور ان کو بے وقوف سمجھتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے ان قوموں کے قدم ترقی کی طرف جارہے ہیں۔ کامیابیاں انہیں میسر آرہی ہیں۔ فتحمندیاں ان کو حاصل ہو رہی ہیں۔ وہ دعائیں بالکل ترک کر بیٹھے ہیں بلکہ دعائیں کرنے کو ہی عبث بیہودہ اور لغو سمجھتے ہیں۔ مگر حال یہ ہے۔ کہ وہ کامیاب ہو رہے ہیں۔ لیکن مسلمان ہیں کہ باوجود اس کے کہ دعائیں کرتے ہیں۔ اور بعض تو ان میں کثرت سے کرتے ہیں۔ مگر پھر بھی تباہ ہو رہے ہیں۔ اس سے انسان یا تو یہ گمان کر سکتا ہے کہ نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کی قوتیں اب زائل ہو گئی ہیں کہ پہلے وہ سنتا تھا مگر اب نہیں سنتا یا پھر یہ کہ نعوذ باللہ وہ ایک چڑچڑے راجہ یا نواب کی طرح ہو گیا ہے۔ کہ آئے دن کی دعاؤں سے تنگ آکر ان کے لئے الٹی بات کرتا ہے یا پھر یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ ان کی دعاؤں میں ہی نقص ہے یا یہ کہ دعائیں تو وہ کرتے ہیں۔ لیکن وہ اس یقین اور ایمان کے ساتھ نہیں کرتے۔ جو دعائیں مانگنے کے لئے ہونا چاہیئے۔ ایک ایسا شخص جو خدا تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے۔ اور جانتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ دعائیں قبول کرتا ہے۔ بشرطیکہ پورے شرائط اور آداب سے کی جائیں۔ وہ نہ تو یہ مان سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی قوتیں اب زائل ہو گئی ہیں۔ اور نہ ہی اسبات کو تسلیم کر سکتا ہے کہ وہ اب چڑچڑے راجہ یا نواب کی طرح ہو گیا ہے۔ کہ لوگ تو سیدھے راستہ کی درخواست کریں۔ اور وہ ان کو چڑچڑاہٹ سے اُلٹا راستہ دکھائے۔ یا یہ کہ وہ لوگوں کی آئے دن کی درخواستوں سے ایسا اُکتا گیا ہو۔ کہ جیسے اُکتائے ہوئے لوگ کہتے ہیں۔ کیا دماغ چاٹ کھایا ہے۔ وہ بھی ان کی درخواستوں پر یہ کہدے کیونکہ یہ بھی خدا تعالیٰ کی شان کے خلاف ہے۔ پس اب دو ہی باتیں باقی رہ جاتی ہیں۔ کہ یا تو دعاؤں میں کوئی نقص ہے۔ یا پھر یہ کہ دُعا کے ساتھ جو شروط ہوتی ہیں۔ وہ پوری نہیں کی جاتیں۔

دُعا کے نقائص

دُعا میں نقص کے یہ معنے ہوا کرتے ہیں۔ کہ انسان کو یقین اور ایمان نہیں ہوتا۔ کہ دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ یا خدا تعالیٰ دعائیں سُنتا ہے۔ پھر عجز و انکسار کا دعا کے ساتھ نہ ہونا بھی دعا میں نقص پیدا کر دیتا ہے۔ پھر اگر استقلال نہیں۔ اور ایک وقت میں دعا کر کے یہ سمجھکر اسے چھوڑ دیا جائے کہ اگر قبول ہونی ہوتی۔ تو ہو جاتی۔ تو یہ بھی نقص ہے۔ بعض وقت اصرار کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اگر ایک شخص اصرار کے ساتھ دعا نہیں کرتا۔ تو اس کی دعا بھی نقص سے خالی نہیں ہو سکتی۔ جب تک دعا کو ان نقائص سے پاک نہیں کیا جاتا۔ اور جب تک یہ باتیں اس کے ساتھ نہ ہوں۔ اور دعا کرتے وقت ان کا خیال نہ رکھا جائے۔ دُعا دعا نہیں کہلا سکتی۔

عدم قبولیت دُعا کی وجہ

جب تک یہ ایمان نہ ہو کہ خدا ہے۔ اور وہ سُنتا ہے اور جب تک یہ یقین اور اُمید نہ ہو کہ وہ میری بھی سُنے گا جب تک غرور اور کبر دُور نہ ہو۔ کوئی دعا قبول نہیں ہوتی غرور اور کبر کیا ہے۔ یہی کہ انسان کہے۔ اگر خدا دعا نہیں سُنتا تو نہ سُنے۔ یا یہ اگر وہ نہیں سُنتا تو ہم بھی نہیں سُناتے [illegible] نہیں رکھا جاتا۔ لیکن عملاً ایسا ہی کیا جاتا ہے جبکہ دعا [illegible] کر چھوڑ دی جاتی ہے۔ یہ طریق متکبرانہ ہے اس طرح جو دعا مانگی [illegible] قبول نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ گستاخی ہے۔ کہ دعا مانگی تو جائے مگر [illegible] جیسے کوئی کسی کو حکم دیتا ہے کہ یہ کام کر دو۔ یا جیسے ایک افسر اپنے ماتحت سے کوئی بات کہتا ہے۔ پھر عجز و انکسار ہے۔ ایک شخص دعا تو مانگتا ہے۔ اسے یہ ایمان بھی ہے۔ کہ خدا ہے۔ اور سُنتا بھی ہے۔ اُسے یہ یقین اور اُمید بھی ہے کہ وہ میری دُعا بھی سُنے گا۔ اس کی دعا کے ساتھ کبر و غرور بھی نہیں ہوتا لیکن اس کی دُعا کے ساتھ عجز و انکسار بھی نہیں ہوتا تو ایسی دُعا بھی نہیں سُنی جاتی۔ جس کے ساتھ عجز و انکسار نہ ہو۔ پھر اگر عجز و انکسار ہو۔ لیکن دعا میں اصرار نہ ہو۔ تو بھی دعا قبول ہونے سے رہ جاتی ہے۔ ایسا شخص دعا تو مانگتا ہے۔ مگر ایک دفعہ اور جب دیکھتا ہے۔ کہ اس کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ تو پھر اسے مانگنا چھوڑ دیتا ہے۔ حالانکہ وہ جانتا ہے۔ کہ بعض وقت خدا تعالیٰ اسکو دیتا ہے۔ جو اس طرح مانگتا ہے۔ کہ اگر وہ ساری عمر بھی نہ دے۔ تو یہ ساری عمر ہی مانگتا چلا جائے۔ سوائے اس صورت کے کہ خدا تعالیٰ خود منع کر دے۔ کہ ایسی دعا نہ مانگو۔ جو شخص اس طرح اصرار کے ساتھ دعا مانگتا ہے۔ اسی کو ملتا ہے پس اصرار ایک ایسی چیز ہے۔ کہ دُعا کے لئے ضروری ہے۔

نرگدا اور خرگدا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ گداگر دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک نرگدا۔ اور دوسرے خرگدا۔ نرگدا وہ ہوتا ہے جو کسی کے دروازے پر جاکر آواز دیتا ہے۔ کچھ دو۔ اگر کسی نے کچھ ڈالدیا۔ تو لے لیا۔ نہیں تو دوتین آوازیں دیکر آگے چلے گئے۔ مگر خرگدا وہ ہوتا ہے۔ کہ جب تک نہ ملے ٹلتا نہیں۔ اس قسم کے گداگر لئے بغیر پیچھا ہی نہیں چھوڑتے۔ اور ایسے گداگر بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔ مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس بھی ایک شخص آکر بیٹھا کرتا تھا۔ وہ نہیں اُٹھتا تھا۔ جب تک کچھ لے نہ لیتا تھا۔ وہ بیٹھا رہتا تھا۔ جب تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام باہر نہ نکلتے۔ اور اُسے کچھ دے نہ دیتے۔ پھر بعض وقت وہ رقم مقرر کر دیتا کہ اتنی لینی ہے۔ اور اگر حضرت صاحب اس سے کم دیتے تو وہ اسے ہرگز نہ لیتا۔ کئی دفعہ ایسا ہوا۔ کہ مہمان اسے اتنی رقم پوری کر دیتے تھے۔ کہ چلا جائے۔ میں نے دیکھا۔ اگر اس کے مُنہ سے کوئی رقم نکل گئی۔ کہ یہ لینی ہے۔ اور وہ پوری نہ ہوتی۔ تو وہ جاتا نہ تھا۔ جب تک رقم پوری نہ کر دی جاتی۔ اور اگر حضرت صاحب بیمار ہوتے۔ تو تب تک نہ جاتا۔ جب تک صحت یاب ہو کر آپ باہر تشریف نہ لاتے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے تھے۔ دعا کی قبولیت [illegible] بنے۔ اور مانگتا چلا جائے۔ اور خدا کے حضور دُھونی رَما کے بیٹھ جائے۔ اور ٹلے نہیں۔ جب تک کہ خدا کا فعل یہ ثابت نہ کر دے کہ اب [illegible] کے متعلق دعا نہ کی جائے۔

کن حالتوں میں دعا نہیں مانگنی چاہیئے

خدا کا وہ فعل جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب اس کے متعلق دعا نہیں کرنی چاہیئے۔ کئی طرح پر ظاہر ہوتا ہے مثلاً یہی کہ ایک شخص کی بیوی حاملہ ہے۔ اسے لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ اب وہ اس حمل کے متعلق دعا نہیں کر سکتا۔ کہ اے خدا تو اس حمل سے لڑکا پیدا کر۔ ہاں وہ اگلے حمل کے لئے دعا کر سکتا ہے۔ کہ اس میں لڑکا پیدا ہو۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کے فعل نے یہ ثابت کر دیا۔ کہ اب اس حمل کیلئے دعا کرنا فضول ہے۔ یا یہ کہ خدا کی منشاء کچھ اور ہے۔ اگر ایک شخص پر کوئی بات کھول دی جائے۔ کہ خدا تعالےٰ کی منشاء فلاں امر کے متعلق یہ نہیں۔ تو پھر اس کے متعلق دعا نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اگر پھر بھی اس کے متعلق دعا کی جائے گی۔ تو بے ادبی ہوگی۔ لیکن اگر ایسی صورت نہیں۔ تو دعا مانگتے چلے جانا چاہیئے۔ اور اگر اس دعا میں کوئی نقص نہ ہوگا۔ اگر اس کے شرائط پورے کئے جائیں گے۔ اگر اس کے ساتھ ایمان، یقین اور امید ہوگی۔ تو وہ قبول ہوگی۔

دعا کے ساتھ تدابیر کا اختیار کرنا

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے۔ کہ انسان ان تدابیر کو بھی نہ چھوڑے۔ جو انسانی اختیار میں ہیں۔ غرض [illegible] باتوں کو پورا کرتا ہوا دعا مانگتا چلا جائے۔ اور چھوڑے نہیں۔ جب تک کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس کے چھوڑنے کا حکم نہ ہو جائے۔ اسی طرح دعاؤں کے ساتھ تدابیر بھی اختیار کرے۔ اور تدابیر کو بھی اس وقت تک نہ چھوڑے۔ جب تک خدا تعالےٰ حکم نہ دے دے۔ کہ اب تمہیں کوئی تدبیر نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ بعض وقت خدا تعالےٰ اظہار قدرت کے لئے اپنے بعض بندوں کے ساتھ اسی قسم کا سلوک کرتا ہے۔ کہ انہیں تدابیر سے روک دیتا ہے۔ تو تدابیر کا دعا کے ساتھ ساتھ ہونا از حد ضروری ہے اور جو شخص ان کو چھوڑتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ ایسے شخص کی دعا اس کے منہ پر ماری جاتی ہے۔ کیونکہ دعا کے ساتھ تدابیر کا اختیار نہ کرنا خدا کا قانون توڑنا اور اللہ تعالےٰ کا امتحان لینا ہے اور خدا تعالےٰ کی یہ شان نہیں۔ کہ بندے اس کا امتحان لیں۔

مسلمانوں کی دعاؤں کے قبول نہ ہونے کی وجہ

یہ تو میں نہیں کہتا۔ کہ مسلمان دعائیں نہیں کرتے۔ اگرچہ دعائیں کرنے والے ان میں کم ہیں۔ مگر جو بھی دعائیں کرتے ہیں۔ ان کی دعاؤں کا قبول نہ ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ یا تو دعا کے متعلق ان کے یقین میں کمی ہے۔ یا ان کے اعمال میں کمی ہے یا ان کے استقلال اور اصرار میں کمی واقع ہو گئی ہے۔ یا جو تدابیر وہ کرتے ہیں۔ ان میں نقص ہے یا جو تدابیر اس دعا کے لحاظ سے مقرر ہیں۔ ان کے اختیار کرنے اور ان کے استعمال کرنے میں کوئی نقص ہے۔ اور جب ایک شخص اس ساری کیفیت پر غور کرتا ہے۔ تو اسے معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ مسلمانوں کے ایمان میں بھی کمی آگئی ہے۔ مسلمانوں کے یقین اور امید میں بھی کمی آگئی ہے۔ مسلمانوں کے عجز و انکسار میں بھی کمی آگئی ہے۔ مسلمانوں کے استقلال اور اصرار میں بھی کمی آگئی ہے۔ اور ان شروط کے پورا کرنے میں بھی کمی آگئی ہے۔ جو دعا کے لئے ضروری ہیں۔ اور ان تدابیر کے اختیار کرنے میں بھی کمی آگئی ہے۔ جو دعا کے ساتھ اختیار کرنی ضروری ہیں۔

خدا پر ایمان نہ ہونا

ان لوگوں کا خدا پر ایمان نہ ہونا تو ظاہر ہی ہے۔ یہ موٹی بات ایک غیر احمدی کی سمجھ میں آنی تو مشکل ہے۔ کہ وہ جب تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان نہ لائیں گے۔ تب تک خدا تعالےٰ پر بھی ایمان نہیں لا سکیں گے۔ لیکن ایک احمدی اس بات کو خوب سمجھتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے ماموروں کو مان کر ہی انسان کو خدا پر حقیقی ایمان پیدا ہوتا ہے۔ دیکھو جو شخص آم کو خربوزہ کہے۔ یا خربوزہ کو انجیر بتائے۔ اس کے متعلق ہم کہیں گے۔ اسے نہ آم اور نہ خربوزہ میں تمیز ہے اور نہ خربوزہ اور انجیر کی شناخت حاصل ہے۔ اسی طرح جو شخص خدا تعالےٰ کے کسی راستباز کو دیکھکر یہ کہے یہ سچا نہیں یا کسی نبی کے متعلق کہے یہ نبی نہیں۔ تو معلوم ہو جائے گا کہ اسے انبیاء کی شناخت نہیں۔ اور اسے تھوڑا بہت ایمان جو خدا تعالےٰ پر ہے۔ وہ اسے ورثہ میں ملا ہے۔ پھر مسلمانوں میں ایمان اور یقین کا نہ ہونا اس بات سے بھی ثابت ہے کہ انہوں نے مسٹر گاندھی کو جو ایک بت پرست اور مشرک انسان ہیں کبھی تو ولی کہا۔ کبھی مجدد قرار دیا۔ کبھی امام بنایا۔ اور کبھی روحانیت میں سب سے بڑھا ہوا کہا۔ جو اس بات کا ثبوت تھا۔ کہ جس طرح ایک شخص کو آم اور خربوزہ میں شناخت نہیں یا خربوزہ اور انجیر میں تمیز نہیں۔ اسی طرح ان کو سچے اور جھوٹے میں فرق معلوم نہیں۔ مامور اور غیر مامور میں امتیاز حاصل نہیں۔ اگر مسلمانوں کو یہ یقین ہوتا۔ کہ سچی روحانیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متبعین کے ساتھ وابستہ ہے [illegible] کے اندر یہ یقین ہوتا۔ کہ اگر کوئی اسلام سے ایک انچ بھی ادھر ادھر ہو جائے۔ تو وہ [illegible] روحانیت سے کاٹا جاتا ہے۔ تو وہ ایسے آدمی کو اسلام کی مدد کے لئے کھڑا نہ سمجھتے جو اسلام سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ اور اس کی روحانیت کے قائل نہ ہوتے۔

مسلمان لیڈر گاندھی کے پاؤں پڑتے ہیں

مگر باوجود اس کے کہ مسٹر گاندھی ایک مشرک ہیں۔ مگر مسلمان لیڈر اور علماء انہیں اپنا راہ نما سمجھ کر بڑے ادب سے ان کے سامنے بیٹھتے۔ پھر یہاں تک ہی نہیں۔ وہ ان کے پیروں پر بھی پڑ جاتے۔ اور کہتے۔ سب کچھ آپ ہی ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں پڑنا بھی جائز نہیں۔ مگر مسلمان اس مشرک کے پاؤں پڑتے رہے۔ ہم کہتے ہیں آج اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی زندہ ہوتے۔ تو ہم آپ کے بھی پاؤں نہ پڑتے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کے سوا کسی کے پاؤں پڑنا جائز نہیں۔ اور کسی کے آگے سجدہ کرنا درست نہیں۔ پھر ایک وقت تھا۔ کہ یہ لوگ کہتے تھے۔ مسٹر گاندھی اس زمانے کے لئے خدا کی طرف سے مبعوث کیا گیا ہے۔ اور علی الاعلان کہتے تھے۔ کہ یہ امام ہے۔ مجدد ہے مصلح ہے۔ مگر آخر خدا کے کوڑوں سے چلاتے ہوئے مسٹر گاندھی کو انہوں نے چھوڑا۔

مسلمانوں کے تنزل کا باعث

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ فرمایا ہے مسلمانوں کے تنزل کا باعث مسیحؑ کو آسمان پر چڑھانا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زمین کے نیچے مدفون بتانا ہے۔ خدا تعالےٰ نے یہ دیکھکر کہ مسلمان خود مسیح کو آسمان پر چڑھا رہے ہیں۔ عیسائیوں کو اوپر چڑھایا اور اس وجہ سے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انہوں نے زیر زمین بتایا۔ ان کو نیچا دکھایا۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مسیح سے افضل ہیں۔ اور ہر شان میں افضل ہیں۔ بہر حال آپؐ تو اونچے ہی ہیں۔ مگر مسلمانوں نے آپؐ کو نیچا کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ خود نیچے ہو گئے۔ اور عیسائی ان سے اونچے ہو گئے۔

مسلمانوں کو اپنے کئے کی سزا

پھر جب مسلمانوں نے مسٹر گاندھی کو اونچا چڑھایا۔ تو میں نے اسوقت یہ کہا۔ کہ پہلے عیسےٰ کو آسمان پر چڑھانے سے مسلمانوں کو یہ سزا ملی تھی۔ کہ عیسائی ان پر قابض ہو گئے اب مسٹر گاندھی کو اونچا چڑھانے کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ہندو مسلمانوں کے سر چڑھ جائیں گے۔ جب میں نے یہ کہا۔ تو لوگوں نے اس کی مخالفت کی۔ بلکہ مسلمانوں نے تو اس بنا پر مجھے گالیاں بھی دیں۔ اور کہا۔ تم کیوں ایسا کہتے ہو۔ پھر یہ بات ان لوگوں تک ہی نہ رہی۔ بلکہ بعض کمزور احمدیوں میں سے بھی کہتے تھے۔

کہ اس قسم کی باتیں کہنے میں ہمیں جلدی نہیں کرنی چاہیئے ہمیں اس معاملہ میں سوچ لینے دو۔ پھر بعض ایسے بھی تھے جو میرے پاس آتے۔ اور عجیب طریق پر کہتے۔ کہ بس اب تھوڑے دنوں تک مسٹر گاندھی کی حکومت ہو جائیگی اور ہم پس جائیں گے۔ یہ لوگ اسوقت ہمیں کھا جائینگے۔ مگر میں نے ان سے یہی کہا۔ کہ اگر کچھ ہو سکتا ہے۔ تو صرف یہی کہ مسلمانوں پر ہندوؤں کو غلبہ حاصل ہو جائیگا۔ کیونکہ جو شخص خدا کے مامور کو نیچے گرائیگا۔ وہ نیچے ہی گریگا۔ اوپر نہیں اُٹھ سکتا مسلمانوں نے خدا کے مامور کو چھوڑا۔ بلکہ اسے گرانے کی کوشش کی۔ اور ایک مشرک اور بُت پرست کی طرف گئے۔ اور اسے بلند کرنا چاہا۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا۔ کہ ان پر اس قوم کا غلبہ ہو جائے گا۔ جس کا وہ بُت پرست انسان ایک فرد ہے۔

چھ سال پہلے کی کہی ہوئی بات کا پورا ہونا

یہ وہ بات تھی۔ جو آج سے چھ سال پہلے میں نے کہی تھی۔ اور آج بعینہٖ پوری ہو رہی ہے۔ آج ایک طرف مسلمان مسٹر گاندھی کو خفت کے ساتھ چھوڑ کر پیچھے آ رہے ہیں۔ اور دوسری طرف مسٹر گاندھی کی قوم ان سے جو سلوک کر رہی ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ ہندو جا بجا مسلمانوں کو مار رہے ہیں اور انہیں ہر طرح نقصان پہنچا رہے ہیں۔ مسلمان مار کھا کر نقصان اُٹھا کر شور مچاتے ہیں۔ مگر ہندو خود ہی مارتے ہیں اور خود ہی شور مچاتے ہیں۔ ان کے شور ڈالنے کی غرض یہ ہوتی ہے۔ کہ مار تو لیا۔ اب ان کو دوسری طرح بھی نقصان پہنچایا۔ مسلمان بھی شور مچاتے ہیں۔ لیکن ان کے شور مچانے سے نہ کچھ بنتا ہے اور نہ بنے گا۔ جب تک وہ یہ مانتے رہینگے کہ دنیا کی اصلاح کے لئے کوئی مصلح ہندوؤں میں سے آ سکتا ہے۔ یا عیسائیوں میں سے آ سکتا ہے۔ جب تک مسلمان یہ مانتے رہیں گے۔ کہ ہندوؤں اور عیسائیوں میں سے مصلح آ سکتا ہے۔ تب تک وہ اسی حالت میں رہیں گے۔ اور ان کا یہ تنزل دن بدن بڑھے گا ہی کم نہیں ہو گا۔ ہاں جس دن وہ یہ سمجھیں گے۔ کہ اب اُمت محمدیہ سے ہی صرف مصلح آ سکتا ہے۔ اس دن ہو سکتا ہے۔ کہ ان سے تکلیفیں دور ہوں۔ اور اس ذلت سے نکلیں۔ بہر حال حالات نے بتا دیا کہ یہ لوگ خود تنزل کی طرف جا رہے ہیں۔ اور یہ جو ہم نے کہا تھا کہ جو لوگ خدا کے مامور کو چھوڑ کر مسٹر گاندھی کے ساتھ ہو رہے ہیں۔ وہ غلطی کر رہے ہیں۔ اور ان کو اس غلطی کی سزا بھگتنی پڑیگی یہ بالکل درست تھا۔ کیونکہ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان سخت مغلوب ہو رہے ہیں۔

مسلمانوں میں نا اُمیدی

باقی رہی اُمید۔ یہ بھی مسلمانوں میں نہیں۔ جن قوموں میں اُمید ہوا کرتی ہے۔ وہ خودکشی پر آمادہ نہیں ہوتیں۔ لیکن مسلمان برابر خودکشی کی طرف جا رہے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں خدا تعالیٰ پر امید نہیں رہی۔ جب بھی کوئی طریق اختیار کرتے ہیں۔ تو یہ کہ ہم اگر نہ لینگے۔ تو دوسروں کو بھی نہ لینے دینگے یہ وہ اس لئے کہتے ہیں۔ کہ انہیں اُمید نہیں ہوتی کہ انہیں کچھ مل سکتا ہے۔ یا خدا تعالیٰ میں یہ طاقت ہے کہ کچھ دے سکے چونکہ انہیں خود امید نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ اپنے آپ کو پہلے ہی محروم سمجھ لیتے ہیں۔ اور یہ سمجھ کر کہ ہمیں تو کچھ ملنا نہیں یہ کہدیتے ہیں۔ کہ اوروں کو بھی نہ لینے دینگے۔ تو امید کا پہلو بھی ان سے جاتا رہا۔ اور اس وجہ سے یہ سمجھتے ہی نہیں کہ ان کے لئے خدا کچھ کریگا۔ ان میں سے بیسیوں مصنف بیسیوں تعلیم یافتہ اور بیسیوں عقلمند لوگ مجھے ملے ہیں جو میری باتوں کو سن کر حیرت سے کہتے ہیں۔ کہ کیا آپ کو یقین اور اُمید ہے۔ کہ مسلمان پھر اٹھیں گے۔ کیونکہ ان کے لئے یہ ناممکن ہے۔ جب ان کو امید ہی نہیں۔ تو وہ مسلمانوں کے ابھرنے اور ترقی کرنے کی دعا کیسے کر سکتے ہیں۔ کیونکہ دعا امید کے بغیر ہو نہیں سکتی۔ پس مسلمانوں میں یہ امید بھی اب نہیں رہی۔ کہ وہ پھر اُٹھ سکتے ہیں۔ یا خدا ان کے لئے کچھ کر سکتا ہے۔

عجز و انکسار کا فقدان

پھر عجز و انکسار بھی اگر ان میں ہوتا۔ تو بھی وہ ذلیل نہ ہوتے مگر باوجود گر جانے کے بھی سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے ہیں۔ اور یہ خیال کئے بیٹھے ہیں۔ کہ ہم سب کچھ کر سکتے ہیں۔ حالانکہ آج تک وہ نہ کچھ کر سکے ہیں۔ اور نہ اب کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ان میں عجز و انکسار ہی نہیں۔ اس عجز و انکسار کے نہ ہونے سے ایک طرف تو وہ کام کرنے سے گئے۔ کیونکہ وہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ ہم بڑے ہیں۔ ہمیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور دوسری طرف وہ خدا کے آگے جھکنے سے رہے۔ کیونکہ ان کو خیال ہے کہ خدا کے آگے جھکنا کوئی فائدہ مند بات نہیں۔ کیونکہ جو کچھ ہونا ہے۔ وہ ہمارے زور بازو سے ہونا ہے۔ عجز و انکسار کا نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ان میں کبر و غرور ہے اور یہ ہو نہیں سکتا کہ کبر اور غرور کے ساتھ جو دعا کی جائے۔ وہ قبول ہو۔ اول تو کبر و غرور دعا کی طرف آنے ہی نہیں دیتا۔ اور اگر کوئی پھر بھی چلا جائے تو اسکی دُعا قبول نہیں ہوتی۔ دعا وہی قبول ہوتی ہے۔ جو عجز و انکسار سے کی جاتی ہے۔ اور چونکہ مسلمانوں میں عجز و انکسار نہیں ہوتا اس لئے وہ دنیا میں کوئی کام نہیں کر سکتے۔ سکھ اور عیسائی ہندوؤں سے تعلقات رکھتے ہیں۔ کیونکہ ان کے کاموں میں عجز و انکسار ہوتا ہے۔ ان کی کامیابی کی ایک وجہ عجز و انکسار بھی ہے۔ ایک ہندو ہمیشہ عاجزی اور انکساری سے کام لیتا ہے لیکن ایک مسلمان ہمیشہ خود پسندی کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ لوگوں کے ساتھ کم عجز و انکسار سے پیش آتا ہے۔ یہی رنگ اسکی دعاؤں میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔ بندے تو بندے سے وہ خدا کے حضور بھی عاجزی نہیں کرتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ ہر میدان میں اور ہر کام میں ناکام ہو رہا ہے۔

غیر مذاہب کے افراد میں عجز و انکسار

مسلمان جن کا شعار تھا دعا کرنا۔ اور نہایت عجز و انکسار کے ساتھ دعا کرنا وہ اول تو دعائیں کرتے نہیں۔ اور اگر کرتے ہیں۔ تو اس رنگ اور اس انداز میں کہ وہ دعائیں دعائیں کہلا نہیں سکتیں۔ اور بجائے اسکے کہ وہ قبول ہوں۔ وہ ان کے مُنہ پر ماری جاتی ہیں۔ لیکن غیر مذاہب والے۔ جو مذہب کے لحاظ سے مُردہ کہلانے کے مستحق ہیں۔ وہ دعائیں کرتے ہیں۔ اور بڑی عاجزی و انکساری سے کرتے ہیں۔ عیسائیوں کو دیکھ لو۔ ان میں بادشاہ اور اُمراء تک بھی دعائیں کرتے ہیں۔ اور بڑے عجز و انکسار سے کرتے ہیں۔ گرجا کے دن غریب بھی گرجا میں جاتے ہیں۔ اور امیر بھی۔ حتیٰ کہ بادشاہ بھی۔ لیکن مسلمانوں کی مسجدوں کا یہ حال ہے۔ کہ ان میں اول تو اُمراء آتے ہی نہیں۔ اور جو آتے ہیں تو شاذ و نادر۔ اور وہ بھی عید کے دن یا پھر کبھی کبھی جمعہ کے روز۔ غرض عیسائیوں کا ہر خورد و کلاں دعائیں کرتا ہے اور عجز و انکسار کے ساتھ کرتا ہے۔ یہی حال ہندوؤں کا ہے۔ ہندوؤں میں بھی عجز و انکسار بہت زیادہ ہے۔ اور اس عجز و انکسار کا رنگ انکی دعاؤں میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔

مہاراجہ دربھنگہ کے متعلق ایک واقعہ

مہاراجہ دربھنگہ کے متعلق بتایا گیا کہ جب دہلی میں بادشاہ کی رسم تاجپوشی کے متعلق جلسہ ہوا۔ تو جہاں اور لوگ سیر و تفریح کے کاموں میں اپنے اوقات گذارتے تھے۔ وہاں مہاراجہ دربھنگہ باقاعدہ عبادت کرتے۔ ایسے موقعہ پر عبادت میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ مگر انہوں نے ایسا انتظام کیا ہوا تھا کہ ہرگز کمی اور نقص نہ واقع ہوتا تھا۔ انہوں نے اپنے کیمپ میں عبادت کا سامان کیا ہوا تھا۔ ایک دن وہ عبادت کر رہے تھے۔ اور ان کے نیچے انگیٹھی جل رہی تھی۔ چونکہ وہ نہایت مشغولیت سے عبادت کر رہے تھے۔ اس لئے انہیں اس بات کا خیال نہ رہا کہ نیچے انگیٹھی جل رہی ہے۔ اور اس محویت میں ان کی پیٹھ جل گئی۔ یہ واقعہ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے بیان کیا۔ میر صاحب ان دنوں [illegible] دہلی اور مہاراجہ کے علاج کے لئے انہیں بلایا گیا تھا۔

عیسائیوں میں دُعا

عیسائیوں کا بھی یہی حال ہے کہ وہ ہر موقعہ پر دعائیں کرتے ہیں۔ چنانچہ جنگ میں بھی دعائیں کرتے رہے ہیں۔ اور کثرت سے دعائیں کرتے رہے ہیں۔ کوئی مرد۔ کوئی عورت اور کوئی بچہ ایسا نہ تھا کہ دعا نہ کرتا ہو۔ غریب امیر سب دُعائیں کرتے تھے۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے

اُمراء اور رؤسا بھی دعائیں کرتے تھے۔ وزیر اعظم تک دعا اور پروزور دیتے تھے۔ اور گرجوں میں اگر جگہ نہ ہوتی تو لوگ گھروں میں دعائیں کرتے تھے۔ اور دعا کرنیوالوں کی کثرت سے ان کا گھر گھر گرجا بنا ہوا تھا۔ ان دعاؤں میں وہ عجز و انکسار سے کام لیتے تھے۔ اور پھر انہیں یہ یقین بھی ہوتا تھا کہ خدا تعالیٰ سب کچھ کر سکتا ہے۔ یہ ایمان اور امید ہوتی تھی کہ خدا ہمارے لئے سب کچھ کریگا۔

مسلمانوں کی حالت

لیکن مسلمانوں کا یہ حال ہے۔ کہ جہاں انہیں کچھ تعلیم یافتہ ہوا۔ فوراً عجز چھوڑ دیا اور کبر و غرور انہیں آگیا۔ اور یہ دعویٰ کرنا شروع کر دیا۔ کہ ہم اپنی قوت اور زور بازو سے سب کچھ کر سکتے ہیں مگر ان کا یہ دعویٰ بھی غلط ہو جاتا۔ اور اپنی قوت اور زور بازو سے بھی کچھ نہ کر سکتے

مسلمانوں کی تباہی کا موجب

ابھی چند دن ہوئے ہیں جب لاہور میں مجھ سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ مسلمانوں کی تباہی کا موجب کیا ہے تو میں نے یہی جواب دیا تھا کہ اس تباہی کا موجب آپ لوگوں کی اپنی بزدلی ہے آپ لوگوں نے خلافت کے شور کے دنوں میں بزدلی سے مولویوں کو اس لئے اپنے ساتھ ملایا کہ ہم شاید عام لوگوں تک نہ پہنچ سکیں۔ اور اپنے مقاصد سے انکو آگاہ کر کے متفق نہ بنا سکیں۔ اس وجہ سے آپ لوگوں نے کہا چلو۔ مولویوں کو ساتھ ملا لیں۔ مگر یہ ایک غلطی تھی۔ کیونکہ سیاسی کاموں میں جب مولویوں کا دخل ہو گیا تو انہوں نے اپنی جہالت شروع کر دی۔ اسی طرح یہ بھی ایک غلطی تھی کہ تم نے ایک سیاسی مسئلے کو زبردستی مذہبی مسئلہ بنا دیا۔ اور پھر اُسے بھی کم ہمتی سے نبھا نہ سکے۔ چونکہ مسلمانوں میں استقلال نہیں۔ اس لئے اب بھی وہ جن کاموں کو کرنا چاہتے ہیں۔ کچھ دیر کر کے پھر ڈھیلے ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔ دعاؤں میں بھی ان کا یہی حال ہے۔ کچھ دن دعا کرینگے۔ اور پھر اسے چھوڑ کر بیٹھ جائیں گے۔ حالانکہ وہ اس بات سے واقف نہیں ہوتے۔ کہ اگر وہ ایک بار اور دعا کرتے۔ تو شاید وہ کام ہو جاتا جس کے لئے دعائیں کر رہے تھے۔ اور جسے استقلال کے نہ ہونے سے انہوں نے چھوڑ دیا۔ انکو کیا معلوم ہے کہ کسی کام کے لئے کس قدر دعا کی ضرورت ہے۔ اس کا علم تو صحیح طور پر خدا تعالیٰ ہی کو ہے۔ ہاں ان کا یہ کام ہے کہ وہ دعا کرتے چلے جائیں۔ اور اس وقت تک نہ چھوڑیں۔ جب تک کہ وہ بات ہو نہ جائے۔ مگر یہ بات استقلال سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اور استقلال مسلمانوں میں ہے نہیں ٭

مسلمانوں کی نحوست [illegible]

پھر عام تدابیر تھیں۔ انہیں بھی مسلمان ہندوؤں اور تمام دوسری قوموں سے پیچھے ہیں organization میں بھی پیچھے ہیں

یعنے نظام و تنظیم میں بھی پیچھے ہیں۔ ہندوؤں نے جو نظام قائم کیا ہے۔ برابر اسپر قائم ہیں۔ مسلمان مجسٹریٹوں پر رشوت وغیرہ کے مقدمات بنا کر نکلوا دیئے ہیں۔ مسلمانوں کے نقصان جان و مال کے لئے ہر ضلع میں ان کی کمیٹیاں ہیں۔ مسلمانوں کو تکلیفیں پہنچانے کے لئے انہوں نے باقاعدہ گروہ بنائے ہوئے ہیں۔ اور جب وہ کوئی نقصان مسلمانوں کو پہنچاتے ہیں۔ تو مسلمان کچھ دیر کے لئے تلملاتے ہیں۔ اور پھر سو جاتے ہیں۔ ہر محکمہ میں انہوں نے ایک ایک کمیٹی بنائی ہوئی ہے۔ اور وہ ہر طرح کوشش کر کے مسلمانوں کو نکلوا دیتے ہیں۔ اور پہلے ہی سوچ رکھتے ہیں کہ اگر یہ جگہ خالی ہو گئی تو میں اپنے فلاں رشتہ دار کو اس جگہ لے آؤنگا پھر انہوں نے یہ انتظام بھی کیا ہوا ہے۔ کہ اگر محکمہ کا کوئی ایک آدمی بھی کسی مسلمان کے برخلاف آواز اٹھائے۔ تو سب طرف سے وہی آواز اُٹھنے لگتی ہے۔ اور اس انتظام کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ جس شخص کے برخلاف یہ آواز اُٹھائی گئی۔ وہ آواز سچی ہو یا جھوٹی وہ بدنام ہو جاتا ہے۔ بدنام ہونا تو ادنیٰ سی بات ہے، وہ وہاں سے نکال ہی دیا جاتا ہے۔ یہ عام لوگوں ہی کی عادت نہیں۔ بلکہ ہندوؤں کے ان لوگوں کی بھی یہی عادت ہے، جو بظاہر صلح کن نظر آتے ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسلمانوں کے سچے خیرخواہ اور ہمدرد ہیں۔ پھر اس طبقہ میں بھی یہ بات عام طور پر پائی جاتی ہے۔ جو تعلیم یافتہ طبقہ کہلاتا ہے۔ ایک ہندو مجسٹریٹ قانون کے اندر رہ کر بلکہ بعض اوقات قانون کی پابندی کو توڑ کر بھی مسلمانوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اور وہ اس بات کی پرواہ نہیں رکھتا کہ اسے کیا کہا جائے گا۔ لیکن ایک مسلمان مجسٹریٹ ایسا نہیں کرتا۔ ایک ہندو کے بالمقابل ایک مسلمان کے فوائد کو مدنظر رکھنا تو رہا الگ۔ وہ اُلٹا مسلمانوں کو بلاوجہ تکلیف دیتا ہے اور نقصان پہنچاتا ہے۔ اور ایسا کرنے میں انکی یہ غرض ہوتی ہے۔ کہ اُسے بے تعصب کہا جائے۔ پھر بعض وقت وہ ڈر کے مارے بھی ایسا کرتا ہے۔ اور خیال کرتا ہے کہ اگر میں نے ایسا نہ کیا تو ہندو میرے مخالف ہو جائیں گے اور پھر شاید مجھے یہاں سے نکلوا دیں۔ پس یہ وجہ ہے کہ مسلمان ہر جگہ نقصان میں رہتے ہیں اور جو تدبیریں بھی وہ کرتے ہیں۔ اسمیں ان کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا اگر غور سے دیکھا جائے تو انہیں تدبیریں کرنا آتا ہی نہیں۔ اور اگر آتا ہے۔ تو ان پر کاربند ہونا نہیں آتا۔ یہ سب باتیں ایسی ہیں۔ جو مسلمانوں کی مشکلات اور تباہی کا باعث ہو رہی ہیں۔

مامور من اللہ کے ماننے بغیر مسلمان ترقی نہ کر سکینگے

یہ لوگ ہمیں پاگل سمجھیں یا بیوقوف مگر بات بھی یہی ہے کہ جب تک اس زمانہ کے مامور پر ایمان نہیں لائینگے۔ ہرگز ترقی نہ کر سکیں گے۔ وہ ہمیں کہتے ہیں۔ تم ہر بات میں یہ کہتے ہو۔ کہ اس زمانہ کے مامور پر ایمان لائے بغیر کچھ نہیں ہوگا

یہ ان کا ہم پر اعتراض ہوتا ہے۔ مگر ہم پوچھتے ہیں۔ کوئی ہمیں بتائے کبھی مامور کے بغیر دنیا میں کسی نے ترقی کی۔ مامور کے بغیر تو ترقی ہوتی ہی نہیں۔ ہم پاگل ہی سہی۔ مگر سوچو تو سہی ہمیں کس بات کے لئے پاگل کہا جا رہا ہے، ہمیں جس بات کے لئے پاگل کہا جا رہا ہے۔ وہ وہی ہے، جس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پاگل کہا گیا۔ جس کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پاگل کہا گیا۔ مگر کیا ان دونوں نے لوگوں کے پاگل کہنے پر اس بات کو کہنا چھوڑ دیا تھا۔ جس کی بناء پر وہ پاگل کہے جاتے تھے۔ اور اس بات پر راضی ہو گئے تھے۔ کہ ہماری قوم بیشک تباہ ہو جائے۔ مگر لوگ ہمیں پاگل نہ کہیں۔ ہرگز انہوں نے ایسا نہ کیا تو یہ بات ایمان سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ اور بغیر کامل ایمان کے دُعا بھی نہیں سنی جاتی۔ اور کامل ایمان ہو نہیں سکتا۔ جب تک مامور پر ایمان نہ لایا جائے اور اس زمانہ کے مامور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ جب تک ان پر ایمان نہ لایا جائے گا۔ نہ یہ بات حاصل ہوگی۔ نہ مسلمان ان تکلیفوں اور ذلتوں سے مخلصی پائینگے اُمید بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے سے ہوگی۔ آخر وہاں سے ہی کسی کو امید پیدا ہو سکتی ہے۔ جہاں سے کسی کو کچھ ملتا ہو۔ اگر ایک قلعہ بند کا بند پڑا ہو۔ اور وہاں سے کسی کو کچھ ملتا نہ ہو۔ تو کوئی عقلمند وہاں نہیں جائیگا۔ اور نہ ہی اُسے یہ اُمید پیدا ہوگی۔ کہ مجھے وہاں سے کچھ ملسکتا ہے۔ اگر ایک کو ایک جگہ سے کچھ ملجائے تو دوسرا بھی امید کے لئے وہاں جا بیٹھتا ہے۔ جہاں سے کسی کو کچھ ملے وہاں ہی کے متعلق کسی کو اُمید بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ اور اب جس شخص نے کچھ پایا۔ وہ اس زمانہ کا مامور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ اور جہاں سے پایا وہ خدا تعالیٰ کی ذات ہے، پس اُمید بھی تب ہی پیدا ہوگی۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لایا جائیگا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی ایک ہستی ہے۔ جنہوں نے خدا پر یقین و ایمان رکھا۔ اُمید رکھی۔ اور دعا کر کے سب کچھ لیا۔ اور دنیا کو دکھا دیا کہ وہ قلعہ جسے لوگوں نے بند سمجھا اور بند کر دیا۔ وہ بند نہیں تھا۔ کھلا تھا۔ چونکہ وہی مامور زمانہ ہیں۔ اور خدا نے اپنی طرف سے ان کو کھڑا کیا ہے۔ اس لئے ان پر ایمان لانے سے ہی فلاح اور کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ رہا عجز و انکسار۔ سو عجز و انکسار بھی ایسی ہستیوں کے ہی سامنے پیدا ہوتا ہے۔ جن کی طاقتوں کا اظہار لوگوں پر ہوا ہو۔ اور ایسی ہستی بجز خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں۔ خدا کی طاقتوں کا اظہار تو ہر زمانہ میں ہوتا رہتا ہے۔ اور اس زمانہ میں بھی ہو رہا ہے۔ مگر جب لوگوں نے اسپر سے ایمان اٹھا لیا۔ اور ہر قسم کا یقین چھوڑ دیا اور ناامید ہو گئے تو حضرت مسیح موعودؑ نے ان سب باتوں پر عمل کر کے بتا دیا کہ جس کو تم چھوڑ چکے ہو وہی تو ہے جس کے ساتھ تم رہو گے تو کامیاب ہو سکو گے۔ اسی طرح استقلال ہے وہ بھی حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لانے سے پیدا ہوتا ہے۔

ہماری سیاسی رائے

لوگ کہتے ہیں۔ احمدیوں کو سیاست سے کیا تعلق۔ جو لوگ ریلوے سٹیشن سے دور ایک گاؤں کے رہنے والے ہوں۔ اور سیاسی معاملوں میں اتنا دخل بھی نہ دیتے ہوں کسی سیاسی جماعت کے ساتھ تعلق بھی نہ رکھتے ہوں۔ بھلا ان کو سیاسی امور کی کیا خبر ہو سکتی ہے۔ یہ سچ ہے۔ ہم سیاست سے تعلق نہیں رکھتے اور نہ ہی ہم ایسی کتابیں پڑھتے ہیں جن میں سیاسی امور پر بحث کی گئی ہے۔ اور یہ بھی ٹھیک ہے ہم ریل سے پرے بیٹھنے والے لوگ ہیں اور ہمیں جیسا کہ وہ کہتے ہیں۔ سیاسی معاملات کی اس قدر خبر نہیں ہوتی جتنی کہ انکو جو ریل کے سر پر بیٹھنے والے ہیں۔ مگر باوجود ان باتوں کے بات وہی صحیح ہوتی ہے۔ جو ہم کہتے ہیں۔ خلافت کی تحریک کے دنوں میں جن مطالبات کو میں نے کہا۔ کہ انہیں پیش کیا جائے۔ ان کو اس وقت ٹال دیا گیا لیکن بعد میں ترکوں نے وہی مطالبات کئے اور سر مو فرق نہ کیا ان کی کمیٹیاں بیٹھیں اور ان کے سیاسی مدبر بڑی سوچ بچار کے بعد آخر انہیں مطالبات کے پیش کرنے پر آئے جن کے پیش کرنے کا ایک عرصہ پہلے میں نے مشورہ دیا تھا۔ پھر ہجرت کا واقعہ پیش ہوا۔ اس میں بھی میں نے صلاح دی۔ اور اس کے بھی نفع و نقصان سے آگاہ کیا مگر اس پر بھی اسوقت توجہ نہ کی گئی اور آخر میرے بتائے ہوئے نقصانات ان کو برداشت کرنے پڑے۔ پھر ہندو مسلم اتحاد کا شور پڑا۔ اس میں بھی میں نے جو تجاویز بتائیں۔ اس وقت تو ان پر ہنس دیا گیا۔ لیکن آخر آج یہ لوگ خود ہی چلا اٹھے۔ کہ اگر ہندوؤں وغیرہ سے اتحاد ہو سکتا ہے تو ان شرائط پر اور ان تجاویز پر۔ اور وہ شرائط اور وہ تجاویز کیا تھیں۔ وہی تھیں جو میں نے پہلے ہی بتا دی تھیں۔ پھر نان کوآپریشن کی آواز اٹھی۔ میں نے اس کے متعلق بھی کچھ مشورہ دیا۔ مگر مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ دوسرے موقعوں کی طرح اس موقعہ پر بھی جو کچھ میں نے کہا۔ وہ انہوں نے نہ مانا۔ اور گو اس کو نہ ماننے کا نتیجہ ان کو تکلیف دہ صورت میں بھگتنا پڑا لیکن آخر کار وہی ہوا۔ جو میں نے پہلے ہی کہا تھا۔ اسی طرح تقریباً تمام پیش آمدہ تحریکات اور حالات پر میں نے مشورہ دیا مگر انہوں نے نہ مانا۔ اور گو اس وقت تو نہ مانا۔ مگر جب وقت نکل جاتا رہا۔ پھر اس کو مانا۔ اس سے کیا یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ ہماری رائے مذہب کی طرح سیاست میں بھی صائب ہوتی ہے۔ جب کہ ہم ریل کے سٹیشن سے دور ایک گاؤں میں بیٹھنے والے ہیں۔ جب ہم سیاسی مجلسوں سے تعلق رکھنے والے نہیں۔ جب ہم ان کتابوں کو نہیں پڑھتے جن میں سیاسی بحث ہوتی ہے۔ اور جب ہم سیاسی امور سے اس قدر واقف بھی نہیں جس قدر کہ وہ لوگ خود ہیں۔ پھر ہم وقت پر اگر کوئی صلاح دیں اور مشورہ بتائیں۔ اور وہ صلاح اور مشورہ بعد میں صحیح اور درست ثابت ہو۔ تو کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان معاملوں میں خدا تعالےٰ ہماری رہبری کرتا ہے۔ اور ہمیں صحیح رائے دینے اور مفید مشورہ بتانے کیلئے خود اپنے فضل سے سکھلاتا ہے۔ پس جب یہ حال ہے۔ تو کیا ان لوگوں کا جو کہ صحیح مشورہ نہ بتائے جانے کے سبب پے در پے تکلیفیں برداشت کر رہے ہیں یہ فرض نہیں۔ کہ وہ ان تکلیفوں سے نجات پانے کے لئے ہماری باتوں کی طرف پوری توجہ کریں۔ اور وقت پر ان کو زیر عمل لا کر اپنی حفاظت کریں۔

لیگ آف مسلم نیشن کا قیام

انہیں مشوروں میں میں نے مسلمانوں کے سامنے یہ بات بھی پیش کی تھی۔ کہ ہماری ایک لیگ آف مسلم نیشن ہونی چاہئیے۔ مگر مسلمانوں نے جیسا کہ ان کی عادت ہے۔ کہ قادیان سے اٹھنے والی ہر بات کی مخالفت کی جاوے۔ بلا عام اس سے کہ وہ مفید ہو یا غیر مفید اس کی بھی پرواہ نہ کی۔ اور میری اس تجویز کو جو سراسر مسلمانوں کے فائدے کے لئے تھی نہ مانا مگر آج وہ دن ہے کہ چاروں طرف سے مجبور ہو کر وہ اسی طرف جا رہے ہیں۔ کہ مسلمانوں کی ایک اپنی متحدہ لیگ ہونی چاہئیے۔ جس میں تمام اسلامی فرقوں کو شریک ہونا چاہئیے۔ گو ابھی پوری طرح ادھر رخ نہیں ہوا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ جا اسی طرف رہے ہیں۔

بریڈلا ہال لاہور کی تقریر

لاہور میں میں نے بریڈلا ہال میں ایک دفعہ تقریر کی تھی۔ جس میں میں نے ہندو مسلم اتحاد کے متعلق بیان کیا کہ یہ اتحاد ہو نہیں سکتا۔ جب تک حقوق کا تصفیہ نہ ہو جائے اور جب تک پہلے ایک دوسرے کی شکایات نہ سنی جائیں۔ جھگڑوں کے دور کرنے کی تجویزیں نہ سوچی جائیں۔ کیونکہ اگر ایسا نہ کیا جائے گا۔ اور صرف اتحاد پر زور دیا جائیگا۔ تو یہ اتحاد اتحاد نہ ہو گا۔ میں نے وہاں یہ مثال بھی دی تھی۔ کہ دو زمینداروں کا کسی منڈیر پر جھگڑا ہو جائے اور وہ از خود یا کسی تیسرے شخص کے سمجھانے سے جھگڑا بند کر دیں۔ اور ہر ایک ان میں سے دوسرے کا بھائی بن جائے۔ اور وہ اس صفائی کے بعد جھگڑے کے خیال سے رو بھی پڑیں۔ مگر ہر ایک ان میں سے یہ سمجھ کر پھر دل کو تسلی دے لے۔ کہ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ دوسرا اس منڈیر کو چھوڑ دے گا۔ تو جس دن ایک ان میں سے ہل چلانے جائیگا۔ ان کی آپس میں سر پھٹول ہو جائے گی کیونکہ ہر ایک ان میں سے یہ سمجھ رہا تھا۔ کہ شائد دوسرے نے چھوڑ دیا ہے۔ اور جب پھر ان میں صفائی کی کوشش کی جائے گی۔ تو ہر ایک ان میں سے یہی کہے گا۔ کہ میں نے یہی سمجھا تھا۔ کہ شائد یہ اسے چھوڑ دے گا۔ میں نے اسوقت اس مثال کے بتانے کے بعد کہا تھا۔ جب تک تصفیہ حقوق نہ کر لو۔ صلح کام نہ آئے گی۔ اور جب تقسیم دولت کا وقت آئیگا۔ تو پھر شکایات ہونگی۔ اور پھر وہی جھگڑا ہو گا۔ لیکن میرے اس مشورہ پر جو عین وقت پر دیا گیا۔ غور نہ کیا گیا۔ اور اور ہی طریق صلح کرتے رہے۔ اور اتحاد کے لئے کوشش کرنے میں بھی کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ گو جو صلح اور اتحاد انہوں نے کیا اسے صلح اور اتحاد تو نہیں کہا جا سکتا تھا۔ لیکن چونکہ وہ اسے صلح اور اتحاد کا نام دیتے تھے۔ اس لئے میں بھی کہتا ہوں۔ کہ انہوں نے بغیر تصفیہ حقوق کرنے کے صلح کر لی۔ لیکن جب وقت آیا۔ تو وہی منڈیر والا قصہ ہوا۔ اور وہی جنگ برپا ہو گئی۔

خدا ہمیں سمجھاتا ہے

اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ ہم نہ تو سیاسی کتابیں پڑھتے ہیں۔ نہ ہم سیاسی مجالس میں شرکت حاصل کرتے ہیں۔ اور نہ یہ باتیں جو ہم کہتے ہیں۔ ہمارے غور و فکر کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں۔ کہ یہ باتیں ہمیں خدا سمجھاتا ہے۔ اور جو باتیں وہ ہمیں سمجھاتا ہے اور اس کے سمجھانے کے بعد جو باتیں ہم کہتے ہیں وہ پوری ہوتی ہیں۔ اس وقت تو لوگ ان کو نہیں مانتے لیکن بعد ازاں وقت آتا ہے۔ جب زبان سے تو نہیں افعال اور خیال سے انہیں ماننا شروع کر دیتے ہیں۔ اور اب تو کہیں کہیں زبان سے بھی ماننا شروع کر دیا ہے۔ پس یہ ٹھیک اور بالکل ٹھیک ہے۔ کہ ایسی باتیں ہمیں خدا سکھلاتا ہے۔ اور اسی کے سکھلائے ہوئے علم کے ماتحت ہم دنیا کو بتاتے ہیں۔

گورنمنٹ نے بھی وہی مانا جو میں نے کہا تھا

میں جب ولایت گیا۔ تو وہاں میں نے اپنی ایک تقریر میں کہا تھا۔ کہ ہندوستان کی ترقی زراعت سے ہو سکتی ہے۔ گورنمنٹ کہہ تو دیتی ہے۔ کہ یہ زرعی ملک ہے اور زراعت سے اسے ترقی ہو گی۔ مگر کرتی کچھ نہیں۔ پھر وہ جن افسروں کو اس ترقی کے لئے وہاں بھیجتی ہے۔ وہ ایسے ہوتے ہیں۔ کہ عام تو الگ رہے خاص لوگ بھی ان سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔ گورداسپور میں میں نے دیکھا۔ کہ ایک ڈپٹی تھے۔ وہ مجھے وہاں کے فارم دکھلاتے رہے۔ میں نے دیکھا۔ جب وہ آتے تو زمیندار صف باندھ کر سڑک کے کنارے کھڑے ہو جاتے اور آداب بجا لاتے۔ میں نے کہا ڈپٹی صاحب آئے تو اس لئے ہیں۔ کہ ان لوگوں کو زراعت کی ترقی کے راز بتائیں۔ مگر حال یہ ہے۔ کہ زمیندار ان سے ڈر کے

ہمارے بات بھی نہیں کر سکتے۔ تو میں نے کہا تھا۔ گورنمنٹ کو ایسے افسروں کی بجائے ایسے افسر اس ملک میں بھیجنے چاہئیں۔ جن سے اس ملک کے باشندے فائدہ حاصل کر سکیں۔ اور اپنے ملک کی زراعت کو ترقی دے سکیں۔ اس وقت اس تجویز کو اتنی اہمیت نہ دی گئی۔ لیکن اب دو سال کے بعد گورنمنٹ اس بات کی طرف جھکی ہے۔ اور ایک کمیشن بٹھائی ہے۔ جس نے اپنی رپورٹ میں یہی کہا ہے۔ جو میں نے اپنی تقریر میں کہا تھا۔ حتٰے کہ وزیر ہند نے بھی اپنی تقریر میں اس بات پر زور دیا ہے۔ کہ اس ملک کے لئے ایسے افسر مقرر کئے جائیں۔ جن سے رعایا فائدہ حاصل کر سکے اور اس ملک کی زراعت کو ترقی ہو سکے ؁

تدبیر اختیار نہ کرنے کا نقصان

غرض جو جو تدبیریں میں نے بتائی تھیں۔ وہی آخر درست ثابت ہوئیں۔ پس صحیح تدبیر بھی خدا پر ایمان لانے سے ہی سوجھتی ہے۔ کوئی شخص اگر مسلمان ہو کر تدابیر اختیار کرنا چھوڑتا ہے۔ تو وہ ذلیل ہوتا ہے۔ دوسرے لوگ تو تدبیریں اختیار کرتے ہیں۔ اور کامیاب بھی ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر وہ اختیار نہ بھی کریں۔ تو ان پر اتنا گلہ نہیں جتنا مسلمانوں پر ہے۔ اور میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ یہ غفلت عام طور پر مسلمانوں پر طاری ہے۔ الا ماشاء اللہ سوائے چند لوگوں کے کہ وہ غلط تدبیریں ہوں یا صحیح کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں۔ اور درحقیقت وہی ہیں جو اس وقت تک قوم کا سہارا ہیں۔ اور انہیں کے سبب کا اگر چہ تھوڑا عرصہ عطا ہوا ہے ان کی مدد بھی ہو رہی ہے ؁

مسلمانوں کی دعائیں

مسلمانوں کی دعائیں بھی الٹی ہی پڑ رہی ہیں۔ جس کا بڑا ثبوت یہ ہے۔ کہ جب تک ان کی دعائیں سیدھی نہ پڑیں گی کبھی گورنمنٹ سے مارے جائیں گے۔ کبھی ہندوؤں سے۔ اور دعائیں سیدھی پڑ نہیں سکتیں۔ جب تک انہیں خدا پر حقیقی ایمان نہ ہو۔ حقیقی یقین نہ ہو۔ امید نہ ہو۔ عجز و انکسار نہ ہو۔ اور یہ باتیں حاصل ہو نہیں سکتیں جب تک اس زمانے کے مامور کو جسے خدا نے اس زمانہ کی اصلاح اور فلاح کے لئے مقرر کیا ہے۔ مانا نہ جائے۔ اور اس زمانہ کے مامور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی اور ہے نہیں۔ پس جب تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ مانا جائے گا نہ یہ باتیں حقیقی طور پر ان میں پیدا ہونگی۔ اور نہ وہ ذلت سے نکلیں گے ؁

دعا

اگرچہ مسلمان اپنی غفلت سے ذلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ تاہم وہ قابل رحم حالت میں ہیں۔ اور ان کی اس حالت کو بھی درست کرنا ہمارے لئے ضروری ہے کیونکہ وہ ہمارے بھائی ہیں۔ پس میں ان کے لئے بھی اور ساری دنیا کیلئے بھی دعا کرتا ہوں۔ کہ ساری دنیا کے لوگ ہی ہمارے بھائی ہیں۔ خدا ان پر رحم فرمائے۔ اور ان کو اس حالت سے نکالے۔ لیکن مسلمان تمام دنیا سے ہمارے نزدیک ہیں کیونکہ جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ ہمارے بہت قریب ہیں۔ پس وہ ہمارے قریبی بھائی ہیں۔ اس لئے میں دعا کرتا ہوں۔ کہ خدا ان کی مشکلات کو دور فرمائے۔ تاکہ وہ بھی اس کے فضلوں کے اسی طرح وارث ہوں۔ جس طرح احمدی جماعت وارث ہے ؁

جنازہ

آج نماز جمعہ کے بعد مدد خاں صاحب کی لڑکی آمنہ بیگم کا جنازہ پڑھاؤں گا۔ ماسٹر فقیر اللہ صاحب انسپکٹر مدارس یو پی کو بہت لوگ جانتے ہیں۔ پہلے تو وہ بہت قادیان آیا کرتے تھے۔ مگر اب کم آتے ہیں۔ آمنہ بیگم ان کی بیوی تھی۔ جو یو۔پی میں فوت ہوئی ہے۔ ماسٹر فقیر اللہ صاحب نے لکھا ہے۔ کہ وہ اکیلے ہی اس کا جنازہ پڑھنے والے تھے۔ پس احباب کو چاہیئے۔ کہ وہ میرے ساتھ اس نماز جنازہ میں شریک ہوں ؁

(اشتہارات کی صحت کے ذمہ دار خود مشتہر ہیں نہ کہ الفضل (ایڈیٹر))

ہندوستان کی خبریں

اخبار "زمیندار" (۳۰ جون ۱۹۲۶ء) بعنوان "صوبہ بنگال میں عاد و ثمود کا عذاب" حسب ذیل خبر شائع کرتا ہے۔

نواکھالی ۲۵ جون۔ پچھلے دنوں علاقہ فینی میں سے جس طوفان باد و باراں کا گذر ہوا۔ اس سے دس گاؤں بالکل تباہ ہو گئے۔ نقصان کا اندازہ پچاس ہزار روپیہ کا ہے چار اشخاص اس طوفان میں مر گئے۔ اور اٹھارہ زخمی ہوئے۔ پانی کی کمیابی کے باعث ہیضہ اور جنگی بخار پھیل رہا ہے۔

کلکتہ ۲۷ جون۔ پروفیسر جادو ناتھ سرکار سر ایوار گریوز کی جگہ کلکتہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر مقرر کئے جائیں گے۔

کلکتہ ۲۶ جون۔ کلکتہ یونیورسٹی کا ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں اس امر کے متعلق بحث ہوئی۔ کہ میٹرک کا امتحان بالکل ورنیکلر میں ہوا کرے۔ جدید قواعد میں یہ قرار دیا گیا۔ کہ انگریزی میں مجموعی طور پر اننے فی صدی نمبر حاصل کریں۔ اور ترمیم میں یہ تجویز پیش کی گئی۔ کہ انگریزی کے ایک پرچہ کے فی صدی نمبروں میں کسی قدر کمی کر دی جائے۔ آخر میں ترمیم مسترد ہو گئی اور جدید قواعد منظور کر لئے گئے۔

گزٹ ریاست الور مورخہ ۲۲ جون مظہر ہے۔ کہ عید الضحےٰ کے موقعہ پر مہاراجہ الور نے اپنی مسلم رعایا کے نام لنڈن سے بذریعہ تار مندرجہ ذیل پیام مبارکباد ارسال فرمایا ہے:۔

میں اپنی مسلم رعایا کے لئے اس عید کے موقعہ پر بھی محبت آمیز دعائیں دیتے ہوئے مبارکباد بھیجتا ہوں۔ جہاں محبت کی وجہ سے دل بندھے ہوئے ہیں۔ وہاں ۵۰۰۰ ہزار میل کا فاصلہ کوئی وقعت نہیں رکھتا۔

بمبئی ۲۹ جون۔ مسٹر ایس داس نے اسمبلی میں ایک قرار داد پیش کرنے کا نوٹس دیا ہے۔ جس کا مفاد یہ ہے کہ عورتوں پر سے یہ پابندی ہٹا دی جائے۔ کہ وہ اسمبلی کی منتخب یا نامزد رکن نہیں بن سکتیں۔

لاہور ۲۸ جون۔ ۲۷ جون کی شب میں منڈی کے رستے کے چھ مکانات اور ایک شوالہ میں آگ لگ گئی نقصان کا اندازہ دو لاکھ کے قریب کیا جاتا ہے۔

اگرچہ خط استوا جزیرہ لنکا کے نیچے سے گذرتا ہے اور جنوبی ہند میں موسم عموماً زیادہ گرم رہتا ہے۔ لیکن ہندوستان میں سب سے زیادہ گرم مقامات۔ سندھ و شمالی مغربی سرحد پر واقع ہیں۔ جہاں مقیاس الحرارت میں پارہ بعض اوقات ۱۲۰ ڈگری درجہ سے بھی تجاوز کر جاتا ہے۔ اس وقت تک حیدر آباد (سندھ) اور جیکب آباد (بلوچستان) کو ملک میں سب سے زیادہ گرم مقام سمجھا جاتا تھا۔ اور ان دونوں میں باہم گرمی شدت گرما کا مقابلہ رہتا تھا۔ مگر امسال صوبہ سرحد شمال مغربی کے مقام ٹانک میں جو ضلع بنوں کی ایک تحصیل کا صدر مقام ہے وہاں کے میڈیکل افسر نے گرمی کے مدارج کی جو یادداشت رکھی ہے۔ اس سے پایا جاتا ہے۔ کہ ٹانک گرمی کی شدت میں جیکب آباد پر بھی سبقت لے گیا ہے۔ کیونکہ ۳ جون کو وہاں مقیاس الحرارت کا پارہ ۱۲۱ درجہ تک پہنچا۔ حالانکہ جیکب آباد میں وہ کسی روز بھی ۱۲۰ نقطے سے متجاوز نہیں ہونے پایا۔

شملہ ۲۵ جون۔ صاحب وزیر ہند کی منظوری سے گورنمنٹ ہند نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ انڈین فارسٹ سروس کے امیدواروں کا معمولاً دہرہ دون میں امتحان لیا جائے تعلیم کا آغاز یکم نومبر ۱۹۲۶ء سے ہوگا۔

دو طلباء پنجاب یونیورسٹی میں پنجابی کے امتحان (آنرز) میں بیٹھے۔ دونو ہی فیل ہو گئے۔

۲۷ جون۔ دیش بندھو داس کے اکلوتے بیٹے فرزند مسٹر چیترا رنجن داس کا شدید علالت کے بعد انتقال ہو گیا۔

ممالک غیر کی خبریں

پیرس ۲۷ جون (سٹیسمین کا خاص تار) فرانسیسی اخبار "اکسلسیر" کا نامہ نگار مقام فاس سے لکھتا ہے۔ کہ مقام تازہ کے بددل قبائل اور اہل ریف ہنوز وزان کے شمال میں مصروف پیکار ہیں۔ قبائل اعتبار نہیں کرتے کہ امیر محمد نے اطاعت کر لی ہے۔ بلکہ کہتے ہیں۔ کہ جو شخص امیر محمد کے نام سے فرانسیسوں کی قید میں ہے۔ وہ در اصل ایک غدار شخص ہے۔ جو دول فرانس و ہسپانیہ سے تنخواہ پاتا ہے۔ الغرض وہ نہایت شدت کے ساتھ جنگ کر رہے ہیں۔ اور نہ معلوم کہاں سے ان کو تازہ سامان حرب و ضرب و اسلحہ بہم پہونچتے ہیں۔

جریدہ فتی العرب سے ہمعصر خلافت نے نقل کیا ہے کہ جریدہ مذکور کا نامہ نگار شام اس خبر کا ذمہ دار ہے۔ کہ ٹرکی ایران و افغانستان کے نمائندے مؤتمر مکہ میں یہ تجویز پیش کریں گے۔ کہ حجاز کے تمام شہروں اور اہم مقامات پر ریل جاری کر دی جائے۔ صرف ٹرکی اس امر کے لئے آمادہ ہے کہ آہنی ریل کے اخراجات جو کچھ ہونگے وہ خود ادا کرے گا۔

اخبار ہمدرد (۳۰ جون) بعنوان "زلزلۃ الارض زلزالہا" حسب ذیل خبر نقل کرتا ہے:۔

لنڈن ۲۸ جون۔ جزیرہ مالٹا میں سیاسی شورش فرو ہو ہی رہی تھی۔ اور ابھی دبنے بھی نہ پائی تھی۔ کہ دفعتاً زلزلے کے شدید جھٹکے محسوس ہونے لگے۔ زمین کے نیچے غرغراہٹ سنائی دیتی تھی۔ لوگ گھبرا کر کھلی گلیوں میں نکل آئے اور اگرچہ کوئی نقصان نہیں ہوا لیکن گھروں میں جاتے ہوئے لوگ ڈرتے ہیں۔

اطالیہ۔ جزیرہ صقلیہ اور مصر کے مراکز سے رپورٹ آئی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہاں بھی مالٹا میں زلزلہ کے وقت زلزلہ آیا۔ قاہرہ میں زلزلہ تین منٹ تک رہا۔ لوگ ڈر کے مارے گھروں سے باہر نکل کھڑے ہوئے۔ زلزلہ کی شدت اسکندریہ میں بھی محسوس ہوئی۔ جہاں چند بڑی عمارتوں میں شگاف بھی آ گئے ہیں۔

دردانیال کے تمام جزائر میں زلزلہ محسوس ہوا ہے۔ لیکن سوائے جزیرہ رہوڈس کے اور کہیں نقصان نہیں ہوا۔ موخر الذکر جزیرہ میں وہ روشنی کا مینار ٹوٹ گیا۔ جو اس کے انتہائی جنوبی گوشہ میں واقع تھا۔ چند دیہات کو بھی نقصان پہنچا۔ بہت سے مکانات گر پڑے۔ ایک آدمی ہلاک اور متعدد زخمی ہوئے۔

پورٹ سعید میں بھی چند لمحوں کے وقفہ سے جھٹکے محسوس ہوئے۔ لوگ شور مچاتے ہوئے سڑکوں پر دوڑنے لگے۔

بٹاویہ۔ ۲۸ جون۔ آج کئی جگہ زلزلہ کے شدید جھٹکے محسوس ہوئے۔ باشندے سخت پریشان ہیں۔ گورنر کا محل واقع بادنگ اور بہت سے یورپینوں کے گھروں کو شدید نقصان پہنچا ہے۔

روما۔ ۲۸ جون۔ صوبہ فوگیا کی اطلاعات مظہر ہیں کہ متعدد دیہات میں زلزلہ کی وجہ سے ۲ ہزار مکانات منہدم ہو گئے ہیں۔

لنڈن ۲۵ جون۔ ہندوستانی ممبر پارلیمنٹ و مشہور کمیونسٹ لیڈر آنریبل مسٹر سکلات والا کو گذشتہ عام ہڑتال انگلستان کے تسلسل میں تقاریر کرنے کے الزام میں دو ماہ کی قید ہوئی تھی۔ آج صبح صاحب موصوف رہا کئے گئے۔ آپ جیل سے چھوٹتے ہی سیدھے دار العوام میں پہونچے۔

پیرس ۲۶ جون۔ "ٹائمز" بیان کرتا ہے۔ کہ فرانس اور ہسپانیہ کے وفود اس مسئلہ کے تصفیہ میں بڑی مشکلات محسوس کر رہے ہیں۔ کہ عبد الکریم کے متعلق کیا فیصلہ کرنا چاہیئے اہل ہسپانیہ کے جوش و خروش کو ٹھنڈا کرنے کے لئے جنرل پریمو ڈی را دیرا عنقریب یہی یہ مطالبہ کرے گا۔ کہ عبد الکریم کو تختہ دار پر لٹکا دینا چاہیئے۔ فرانسیسی اخبار یہ بھی بیان کرتا ہے۔ کہ فرانس کے عامۃ الناس عبد الکریم کو پھانسی دے دینے کے فعل کو کمینہ پن اور بزدلی پر محمول کریں گے۔

(منشی عبد الرحمٰن کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا)